قرآنِ مُبین

١٦ (16)

آسان ترین، واضح اردو ترجمہ

از

ڈاکٹر محمد حسَن
بی۔اے آنرز، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

www.drhasanrizvi.org

باسمہ تعالیٰ

"قرآنِ مُبین"

(مترجم وشارح)

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

بی۔اے آنرز۔ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی

شهادة العلامة معادلة دكتورا من علماء الازهر

ڈپٹی ڈائرکٹر: اسلامک ریسرچ سنٹر، شاہراہ پاکستان - پروفیسر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔

ڈائرکٹر تصنیف وتالیف: ——— 'میزان فاؤنڈیشن' ——— 'امام حسینؑ فاؤنڈیشن'

(خصوصیاتِ ترجمہ وشرح)

① ——— آسان ترین واضح اُردو ترجمہ - روزمرّہ کی بول چال کی زبان میں۔

② ——— بڑے بڑے جلی حرُوف میں، نہایت خوبصورت واضح کِتابت۔

③ ——— ترجمہ اور شرح دونوں محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ارشادات کے عین مطابق۔

④ ——— احادیث رسولؐ وائمہؑ معصومین کے مکمّل حوالوں کے ساتھ۔

⑤ ——— ترجمہ میں معنیٰ اور مفہُوم کے تسلسل اور ربط کو برقرار رکھا گیا ہے۔

⑥ ——— ترجمہ میں مطلب بندی (پیراگرافنگ) کی گئی ہے تاکہ مفاہیم ومطالب کے سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیدا نہ ہو۔

⑦ ——— شرح میں آیات کی مرکزی تعلیمات اور منطقی نتائج سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے تاکہ قرآن پر غور وفکر کرنے کی صلاحیتیں بیدار ہوسکیں۔

⑧ ——— شرح میں کسی مسلک کے مسلمان یا غیر مسلمان کی دل آزاری نہیں کی گئی ہے صرف حقائق کو دلائل، حوالوں اور احادیث کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ترجمہ اور شرح تبلیغ کے لئے بے حد مفید ہوگا۔ (انشاءاللہ)

⑨ ——— صرف ضروری تشریحات کی گئی ہیں۔ غیر ضروری الجھاؤ اور پھیلاؤ سے گریز کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی کی توجہ قرآن کی مرکزی تعلیمات پر مرکوز رہے اور تفسیر، مناظرہ نہ بن جائے۔

⑩ ——— تمام اہم جدید وقدیم، تمام مذاہب کے مفسّرین سے مفید مطلب استفادہ کیا گیا ہے تاکہ مختلف فقہاء، عرفاء اور مفسّرین کی کاوشوں کا بھی علم ہوسکے۔

www.drhasanrizvi.org

اِشاریہ پارہ نمبر ۱۶ "قَالَ اَلَم"

"سورہ کہف" (پہاڑ کے غار والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	موسیٰؑ اور خضرؑ کا بقیہ واقعہ اور اولیاء خدا کا تعارف و مقامات ۔ (علمِ لدنی اور صاحبانِ امر)	۱۰۴۵
۲	ذوالقرنینؑ کے عوامی فلاح کے کام اور یاجوج ماجوج کا ذکر (فلاحی مملکت کے فرائض)	۱۰۴۸
۳	سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والے لوگ اور کامیاب ترین لوگ	۱۰۵۶
۴	خدا کی قدرت، حکمت، عظمت، رحمت، شان و شوکت کی لاانتہا باتیں	۱۰۵۷
۵	پیغامِ عمل برنبائے فکر۔ زندگی ملاقاتِ رب کی تیاری ہے۔ موت کو فتح کرنے کا طریقہ	۱۰۵۸
۶	زکریاؑ کی دعا اور اُن پر خدا کی رحمت	۱۰۵۹
۷	انسان کی اعلیٰ ترین صفات	۱۰۶۴، ۱۰۶۳
۸	قصہ حضرت مریمؑ اور ولادت حضرت عیسیٰؑ ۔ اور ان کی حقیقی شان اور پیغام	۱۰۶۳
۹	حضرت ابراہیمؑ کا قصہ اور اُن کی ہجرت اور اُس کے ثمرات	۱۰۷۰
۱۰	موسیٰؑ اور اسماعیلؑ کا ذکر ۔ ہدایت یافتہ لوگ	۱۰۷۳
۱۱	ناخلف لوگ اور اُن کے برعکس لوگ	۱۰۷۵
۱۲	حیاتِ آخرت کا ثبوت اور بدمعاشوں کا بُرا انجام	۱۰۷۸
۱۳	دنیا کی ظاہری شان و شوکت معیارِ حق نہیں ہوتی	۱۰۸۰
۱۴	"تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا" دنیا پرستوں کا حشر	۱۰۸۲

www.drhasanrizvi.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۵	خدا نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا	۱۰۸۵
۱۶	نیک بندوں اور آلِ محمدؐ کی محبت خدا کی عطا ہے	۱۰۸۷

"سورہ طٰہٰ" (رسولِ خداؐ یا ہادیٔ برحق والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	رسولؐ کی عبادت کی انتہا اور قرآن کا اصل مقصد	۱۰۸۸
۲	معرفتِ الٰہی	۱۰۸۹
۳	قصۂ موسیٰؑ ۔ کہ آگ لینے جائیں پیمبری مل جائے	۱۰۹۰
۴	موسیٰؑ کی دعا اور نبی کے وزیر اور خلیفہ کے تعین کا اصول (نبی کا وزیر خدا معین فرماتا ہے)	۱۰۹۳
۵	مادرِ موسیٰؑ کی عظمت اور موسیٰؑ کا فرعون کے پاس جانا	۱۰۹۴
۶	بنی اسرائیل کا امتحان اور اس کے معارف دقائق، حقائق و تفصیلات	۱۱۰۸
۷	قیامت کا ایک منظر	۱۱۱۵
۸	قرآن کا تعارف اور اہم خصوصیات	۱۱۱۷
۹	قصۂ آدمؑ و ابلیس اور انسانی کامیابی کا راز و معیار۔ بنی آدم کی اصل کمزوری	۱۱۱۸
۱۰	اوقاتِ نماز	۱۱۲۳
۱۱	حکمِ انتظار	۱۱۲۴

(حضرت خِضرؑ نے فرمایا) "میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر و تحمّل نہ کر سکو گے؟" ۷۵ موسیٰؑ نے کہا: "اَب اِس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پُوچھوں تو پھر آپ مجھے اَپنی صُحبت میں اَپنے ساتھ نہ رکھئے گا۔ لیجئے اَب تو آپ کو میری طرف سے (پُورا) عُذر مِل گیا" (یعنی اَب تو میں نے آپ سے بہت کافی معذرت کر لی) ۷۶

پھر وہ دونوں آگے چلے۔ یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے۔ اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا۔ تو اُنھوں نے اُن دونوں کی مہمانداری کرنے سے اِنکار کر دیا۔ وہاں اُنھوں نے ایک دیوار پائی جو بس گرا ہی چاہتی تھی۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۷۵
قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ
قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۷۶
فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨاسْتَطْعَمَآ
اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا

۱؎ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "اللہ کو علم تھا کہ اگر یہ لڑکا (جس کو حضرت خضرؑ نے قتل کر دیا تھا) زندہ رہا تو اس کے والدین اس کی محبت کی وجہ سے کافر ہو جائیں گے۔ اس لئے اللہ نے حضرت خضرؑ کو حکم دیا کہ اسے قتل کر دو۔ اس سے اللہ کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ماں باپ کو عاقبت میں محل کرامت عطا فرمائے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۰۷ بحوالہ علل الشرائع)

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "جو لڑکا قتل کیا گیا تھا، خدا نے اس کے بدلے میں اس کے والدین کو ایک لڑکی عطا کی جس کی نسل سے ستر نبی پیدا ہوئے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۰۷ بحوالہ کافی و من لایحضرۃ الفقیہ و مجمع البیان)

رہا یہ سوال کہ حضرت خضرؑ نے ایک بچے کی جان کیوں لی؟ تو ملک الموت ہر لمحہ کتنوں کی جان لے لیتا ہے؟ غرض یاد رہے کہ حضرت خضرؑ نے بچہ کو خدا کے حکم پر قتل فرمایا تھا، اپنی مرضی سے قتل نہ کیا تھا

محققین نے حضرت موسیٰؑ کے ٹوکتے رہنے سے نتیجہ نکالا کہ (۱) احکام شریعت کی خلاف ورزی کو برداشت نہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ ۖ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ﴿۷۷﴾

قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا

خضرؑ نے اُس کو سِیدھا کھڑا کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا: "اگر آپ چاہتے تو اِس کام کی اُجرت ہی لے لیتے" (۷۷) خِضرؑ بولے: "بس اَب میرا اور آپ کا ساتھ ختم ہوا۔ لو اَب میں آپ کو اُن باتوں کا مطلب اور حقیقت بتلائے دیتا ہوں، جن پر آپ صبر نہ کر سکے (۷۸) وہ جو کشتی تھی، وہ کچھ غریبوں مسکینوںؑ[1] کی تھی، جو دریا میں کام کرتے ہیں۔ تو میں نے چاہا کہ اُسے عَیب دار بنا دوں۔ (کیونکہ) آگے ایک بادشاہ (کا علاقہ) ہے جو ہر (اَچھّی، بے عَیب) کشتی پر زبردستی قبضہ کر لیتا ہے (۷۹) رہا وہ لڑکا (جس کو میں نے قتل کر ڈالا تھا) تو اُس کے ماں باپ حق کو ماننے والے ہیں۔ ہمیں خطرہ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کرنا انبیاء کا طریقہ ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ہی انبیاء کا اصل کام ہوتا ہے۔ (۲) رہا یہ نتیجہ نکالنا کہ اگر کوئی خلاف شرع کام کرے تو اس کو برداشت کیا جائے، غلط ہے۔ کیونکہ حضرت خضرؑ کا کمال تو وحی (نص) کے ذریعہ معلوم تھا، اس لئے سکوت جائز تھا، اب جن کا کمال نص (قرآن یا حدیث) سے معلوم ہی نہ ہو تو ان کی معصیت پر سکوت ہرگز جائز نہیں (ماجدی، تھانوی)

***

[1] فقہا نے آیت کے لفظ "مسکین" سے نتیجہ نکالا کہ آلات حرفہ و تجارت پر زکوۃ نہیں لگتی۔ کیونکہ خدا نے کشتی کے مالک ملاحوں کو مسکین کہا ہے۔ اصل میں فقہا کے نزدیک "مسکین" کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو اگرچہ مال رکھتا ہو، مگر وہ اس کی ضرورت کے لئے کافی نہ ہو (معالم)

***

www.drhasanrizvi.org

محسوس ہوا کہ یہ اُن دونوں کو اَپنے اِنکارِ
حق اور اپنی سرکشی سے تنگ کرے گا
(یا) اُن دونوں کو بھی اِسی کُفر اور سرکشی
میں مُبتلا کر دے گا (۸۰) تو ہم[۱] نے چاہا کہ اُن
کا پالنے والا مالک اُنھیں اِس لڑکے کے
بدلے، ایک اَیسا لڑکا عطا کرے جو اَخلاقی
پاکیزگی میں بھی اِس سے بہتر ہو، اور محبّت
اور صِلۂ رحمی میں بھی زیادہ بڑھا چڑھا ہو
(یعنی جس سے صلہ رحمی، صبر، خدمت اور
محبّت کی زیادہ توقع ہو) (۸۱) رہی وہ دیوار
تو وہ شہر کے دو[۲] یتیم بچّوں کی تھی۔ اور اُس
دیوار کے نیچے اُن دونوں کے لئے ایک خزانہ
دفن تھا۔ اور اُن دونوں کا باپ ایک نیک

اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا (۸۰)
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً
وَّاَقْرَبَ رُحْمًا (۸۱)
وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ
وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا

---

[۱] محققین نے لکھا کہ کیونکہ حضرت موسیٰ نے بہت سختی کے ساتھ حضرت خضر کو بچہ کے قتل کرنے پر ٹوکا تھا، اسی لئے حضرت خضر نے بھی اپنے ارادہ کی قوت کو ظاہر کرنے کے لئے جمع کا صیغہ متکلم تعظیمی استعمال کیا، تاکہ جس قدر شدت کے ساتھ اعتراض کیا گیا تھا اسی شدت کے ساتھ جواب بھی دیا جائے۔ ***

[۲] اس قصے میں ایک بہت بڑی پیچیدگی ہے کہ آخر خدا کے ان احکام کی نوعیت کیا تھی؟ کیونکہ کسی شریعت میں کسی بے گناہ کا قتل جائز نہیں۔ اس بات پر تمام علماء فقہاء حتیٰ کہ صوفیاء بھی متفق ہیں۔ علامہ شعرانی، ابن عربی، جنید بغدادی اور امام غزالی تک نے لکھا کہ کسی ایسے الہام پر عمل کرنا جائز نہیں جو نص شرعی کے خلاف ہو۔ (روح المعانی جلد ۱۶)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ کچھ لوگ وحی الہیٰ کے ذریعہ مشیت الہیٰ کے تحت کام کرتے ہیں جو صاحبان امر ہوتے ہیں اور بارگاہ مشیت کے کارکن بھی۔ مگر یہ صرف وہی ہو سکتے ہیں جن کی ولایت قرآن و حدیث سے قطعی ثابت ہو۔ خود ساختہ یا مردم ساختہ نہ ہوں۔ سورہ قدر ان ہی صاحبان امر کی شان بیان کرتی ہے۔ ***

www.drhasanrizvi.org

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا
كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ
عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ﴿۸۲﴾
وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا
عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾
اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ
شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾

آدمی تھا۔ تو تمھارے پالنے والے مالک نے
چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور
تمھارے پالنے والے مالک کی مہربانی سے
اپنا خزانہ نکال لیں۔ اور یہ سب کچھ میں
نے ازخود اپنی رائے یا اپنے اختیار سے نہیں
کیا۔ یہ ہے مطلب، حقیقت اور وضاحت
اُن باتوں کی جنھیں آپ برداشت نہ کرسکے" ﴿۸۲﴾ ع
اب وہ لوگ آپؐ سے ذوالقرنین[1]
کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تو آپؐ اُن سے
کہئے کہ میں اُن کا کچھ حال تمھیں سُناتا
ہوں ﴿۸۳﴾ ہم نے اُنھیں زمین پر حکومت اور
اِقتدار عطا کیا تھا۔ اور اُنھیں ہم نے ہر
قِسم کے اسباب و وسائل (ری سورسز) بخشے

۱۰ ع ۱۲ ا

[1] یہود کے سکھانے سے مکہ کے لوگ پیغمبرؐ کو آزمانے کیلئے مختلف قسم کے سوالات پوچھا کرتے تھے۔
ذوالقرنین کا یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ دنیا کے دونوں سروں تک پھر آئے تھے یعنی مشرق و مغرب تک۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سکندر اعظم کا لقب ہے۔ (موضح القرآن)۔
ذوالقرنین کا نام اس لئے ذوالقرنین پڑا کہ (۱) ان کے سر پر دو سینگوں والا تاج تھا۔ (۲) ان کے سر پر دونوں جانب تلوار کے زخم تھے۔ (بقول حضرت علیؑ) (۳) ان کے دو گیسو تھے (۴) آفتاب کو سمندر سے طلوع ہوتے اور غروب ہوتے دیکھا تھا۔ (تفسیر تبیان، مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾
حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ
فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ قُلْنَا يٰذَا
الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ
حُسْنًا ﴿٨٦﴾

تھے ﴿٨٤﴾ تو اُنھوں نے (ایک مُہم کا) سامان
کیا ﴿٨٥﴾ یہاں تک کہ جب وہ سورج کے ڈُوبنے
کی جگہ تک پہنچے (یعنی مغرب کی جانب مُلک
پر مُلک فتح کرتے ہوئے خُشکی کے آخری
سِرے تک پہنچے جس کے آگے سمندر تھا) تو
اُنھوں نے سورج کو ایک گدلے چشمے کے
کالے پانی میں ڈُوبتے ہوئے محسوس کیا۱؎ (غالباً
یہ ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل ہے جہاں
سمندر نے چھوٹی چھوٹی خلیجوں اور چشموں کی
شکل اختیار کر لی ہے۔ وہاں اُنھوں نے'
سورج کو گدلے پانی میں ڈُوبتے ہوئے مشاہدہ
کیا) اور وہاں اُنھوں نے ایک قوم کو بھی
پایا ' تو ہم نے کہا: " اے ذوالقرنینؑ! (تمھیں

۱؎ مغرب الشمس سورج کے غروب ہونے کی جگہ سے مراد مغرب کی طرف آبادی کے ختم ہونے کی جگہ ہے۔ اور خدا کا فرمانا کہ "انہوں نے وہاں (سورج کو) سیاہ چشمے میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا" تو اس کا تعلق صرف وجدان یا ادراک سے ہے۔ حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ (روح، ابن جریر) مطلب یہ ہے کہ پانی میں سورج کا ڈوبنا آنکھ کے مشاہدہ میں ہے حقیقت میں نہیں (جلالین، تبیان) اس لئے خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ "کانت تغرب" یعنی سورج واقعی کالے پانی کے چشمے میں ڈوب رہا تھا بلکہ فرمایا "وجدھا تغرب" یعنی ذوالقرنین نے اسے ڈوبتا محسوس کیا۔ کیونکہ مغرب کی طرف جہاں تک ان کی نگاہ جاتی تھی اندھیرے کے سبب سوائے سیاہ پانی کے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ (القرآن المبین)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

یہ قُدرت حاصل ہے کہ خواہ) تم اُن کو سزا دو، یا اُن کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو۔[1] (تو اَب یہ تمھارا اِمتحان ہے، معلوم ہوا کہ اِقتدار یا حکومت مِلنے پر اِسی بات کا اِمتحان لِیا جاتا ہے کہ صاحبِ حکومت اَپنی رعایا کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے) (۸۶) ذوالقرنینؑ نے کہا: "اَب جو ظلم یا زیادتی کرے گا، تو ہم اُس کو عنقریب سزا دیں گے۔ پھر جب وہ اَپنے پالنے والے مالک کی طرف پلٹایا جائے گا، تو وہ اُسے اور بھی زیادہ سخت سزا دے گا (۸۷) اور جو اَبدی حقیقتوں کو دل سے مانے گا اور نیک عمل بھی کرے گا" تو اُس کے لئے اَچھا معاوضہ ہے۔ اور ہم بھی اُس کے ساتھ اَپنے

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸۷
وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝۸۸

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

تاریخ و جغرافیہ کی شہادت یہ ہے کہ سکندر اعظم کی ابتدائی فتوحات کی سمت مغرب میں ایک کالی بڑی جھیل آکریڈا (Ochrida) کے نام سے جنوبی سروہا (یوگوسلیویا) میں واقع ہے۔ جو مناستر سے ۵۰ میل مغرب کی جانب ہے۔ اس کا پانی جس زمین اور چشموں سے آتا ہے وہ گدلے اور سیاہی مائل ہیں۔ یہاں تک کہ جو دریا اس جھیل سے نکلا ہے اس کا تو نام ہی کالا دریا (Black river) ہے۔

***

[1] خدا کا یہ فرمانا کہ "یا سزا دو یا ان سے حسن سلوک کا طریقہ اختیار کرو" یعنی تمہیں دونوں باتوں کی قدرت حاصل ہے مگر اس میں یہ جملہ پوشیدہ ہے کہ اب یہ تمہارا امتحان ہے، دیکھیں تم کیا کرتے ہو ذوالقرنین کا جواب بھی اسی پوشیدہ مطلب سے مربوط ہے۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

ثُمَّ اَتۡبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾
حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطۡلِعَ الشَّمۡسِ وَجَدَهَا
تَطۡلُعُ عَلٰی قَوۡمٍ لَّمۡ نَجۡعَلۡ لَّهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهَا
سِتۡرًا ﴿۹۰﴾
کَذٰلِکَ ؕ وَقَدۡ اَحَطۡنَا بِمَا لَدَیۡهِ خُبۡرًا ﴿۹۱﴾

معاملہ میں آسانی برتیں گے" ﴿۸۸﴾

پھر اُنھوں نے ایک (دُوسری مہم) کی تیّاری کی ﴿۸۹﴾ یہاں تک کہ جب وہ سُورج کے نِکلنے کی حَد تک جا پہنچے۔ (یعنی مُلک فتح کرتے کرتے مہذّب دُنیا کی حَدیں ختم ہوگئیں اور آگے وحشی قوموں کا علاقہ تھا) تو وہاں اُنھوں نے دیکھا کہ سُورج ایک ایسی قوم پر طلُوع ہو رہا ہے جس کے لئے ہم نے دھُوپ سے بچنے کا کوئی سامان نہیں کیا تھا۔ (یعنی اُنھیں گھر بنانے کا فن نہیں آتا تھا۔ امام باقرؑ[ا]) ﴿۹۰﴾ اُن کا تو یہ حال تھا، اور جو کچھ کہ ذوالقرنینؑ کے پاس تھا، اُس کو ہم خوُب جانتے تھے۔ (مطلب یہ ہوا کہ اگر حکومت کے پاس وسائل

[ا] شاید وہ لوگ جنگلی ہوں کہ گھر بنانا چھت ڈالنا نہ جانتے ہوں (موضح القرآن) یہ قوم زنج کے لوگ تھے۔ ان کی زمین کسی عمارت کا بوجھ برداشت نہ کر سکتی تھی (جلالین) علامہ طبرسی نے لکھا:۔

"یعنی اس زمین پہ پہاڑ نہ تھا۔ اور نہ کوئی درخت اور نہ کوئی عمارت۔ اس لئے ان کی زمین پر کوئی عمارت نہ بن سکتی تھی جب سورج نکلتا تو وہ جھیلوں کی سرنگوں میں چلے جاتے۔ اور جب ڈوب جاتا تو اپنے کام میں مصروف ہو جاتے۔ (مجمع البیان)۔

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ان لوگوں کو تعمیر کا کام نہیں آتا تھا (تفسیر علی بن ابراہیم)

***

www.drhasanrizvi.org

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾
حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا
قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾
قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ
فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾

ہوں تو عوام کے مسائل حل کرنا حکومت کا فریضہ ہے) ﴿۹۱﴾ پھر اُنھوں نے ایک اور راستہ اِختیار کیا ﴿۹۲﴾ یہاں تک کہ جب وہ اُن دونوں رکاوٹ والی دیواروں (پہاڑوں) کے درمیان پہنچے تو اُن دونوں پہاڑوں کے اُدھر ایک قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتی ہی نہ تھی ﴿۹۳﴾ اُن لوگوں نے کہا: "اے ذوالقرنینؑ! یاجوج ماجوج[۱] (قوم زنج کے جنگلی لوگ) اِس سرزمین میں (لُوٹ مار اور) فساد پھیلاتے رہتے ہیں۔ تو کیا ہم آپ کے لئے اِس شرط پر کوئی ٹیکس یا سرمایہ کی رقم جمع کر دیں جس سے آپ ہمارے اور اُن کے درمیان ایک

[۱] یاجوج ماجوج دو قبیلے ہیں جو یافث بن نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ ترک اور چینی یا روسی بھی یافث بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۰۹)

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ ان لوگوں نے ذوالقرنین سے کہا کہ یاجوج ماجوج ان دو پہاڑوں کے پیچھے رہتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ جب ہماری کھیتیاں پک جاتی ہیں تو وہ ان دونوں پہاڑوں کے پیچھے سے آجاتے ہیں اور سب پھل اور کھیتیاں لوٹ کر لے جاتے ہیں اور ہمارے لئے کچھ نہیں چھوڑتے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۰۹)

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ وہ جب خروج کریں گے (ظاہر ہوں گے) تو تمام لوگوں کو اپنے قلعوں میں بند کر دیں گے اور تمام پانیوں کو پی جائیں گے (یعنی تمام سمندروں پر قبضہ کر لیں گے) پھر آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے۔ (شاید Sputniks اسپوٹنکس ہوں) پھر وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں پر غلبہ پالیا اور آسمان والوں پر بھی (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ
أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾
آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ
قَالَ انْفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ
عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾

رُکاوٹ کی دیوار بنا دیں" ﴿۹۴﴾ ذوالقرنینؑ نے
کہا: "جو کچھ میرے پالنے والے مالک نے مجھے
دے رکھا ہے وہ بہت کچھ ہے۔[1] بس تم جسمانی
محنت اور طاقت کے ساتھ میری مدد کرو، تو
میں تمھارے اور اُن کے درمیان ایک مضبُوط
اور موٹی دیوار بنا دوں گا[2] ﴿۹۵﴾ میرے پاس
لوہے کے ٹکڑے اور چادریں لاؤ۔" یہاں تک
کہ جب اُنھوں نے دونوں پہاڑوں کے درمیان
(خالی) حصّے کو (پاٹ کر) برابر کر دیا تو لوگوں
سے کہا کہ اَب اس میں (آگ) پھُونکو۔ یہاں
تک کہ جب (اُس لوہے کی دیوار کو بالکل) آگ
بنا دیا، تو کہا کہ لاؤ، اَب میں اِس میں
پگھلا ہوا تانبا اُنڈیل دُوں[2] ﴿۹۶﴾ تو اَب وہ

---

[1] فقہا نے نتیجہ نکالا کہ بادشاہ کے لئے جائز ہے کہ لوگوں کی خواہش پر رفاہ عامہ کے کام اور حفاظت کے انتظامات کرے۔ (۲) دوسرے یہ کہ اجرت یا معاوضہ جس طرح مال سے لینا جائز ہے اسی طرح محنت یا کام سے لینا بھی جائز ہے۔

***

[2] دیوار اس طرح بنائی گئی کہ "اول لوہے کے بڑے بڑے تختے بنا کر ایک پر ایک رکھا گیا اور دونوں پہاڑوں کو ملا دیا گیا۔ پھر تانبا پگھلا کر اس کے اوپر سے ڈالا گیا سب مل کر ایک پہاڑ سا ہو گیا۔ (موضح القرآن)۔

سیاحوں نے ایک لوہے کی دیوار دربند کے مقام پر دیکھی۔ اس کا نام سد سکندری ہے اور اس کا پھاٹک باب الحدید کہلاتا تھا۔ یہ دربند کا مقام وسط ایشیا کے مشرقی حصے میں ضلع حصار میں واقع ہے۔ جو بخارا سے ۱۵۰ میل جنوب مشرق میں ہے اس کا ذکر مارکوپولو نے اپنے سفرنامے میں کیا ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع یازدہم جلد ۱۳ صفحہ ۵۲۶)۔

***

(جنگلی وحشی) لوگ نہ تو اُس پر چڑھ سکتے تھے،
اور نہ اُس میں سُوراخ کر سکتے تھے[1] ﴿۹۷﴾ ذوالقرنین
نے کہا: ” یہ سَب میرے پالنے والے مالک کی
رحمت اور مہربانی ہے۔ مگر جب میرے پالنے
والے مالک کے وعدے کا وقت آئے گا “ تو
وہ اُسے ڈھا کر صاف چٹیل میَدان کر دے گا
اور میرے پالنے والے مالک کا ہر وعدہ
بالکل سچّا ہوتا ہے[2]“ ﴿۹۸﴾ اُس دِن ہم لوگوں کو
(سمندر کی موجوں کی طرح) ایک دُوسرے سے
گتھم گتھا ہونے کے لئے چھوڑ[3] دیں گے۔ پھر
صور پھُونکا جائے گا۔ تو اُن سَب کو پُوری
پُوری طرح ایک ساتھ جمع کر دیں گے ﴿۹۹﴾ اور
اُس روز جہنّم کو حق کے مُنکروں کے سامنے

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾
قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾
وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾
وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾

---

[1] ذوالقرنینؑ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حاکم ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ اپنی رعایا کو غارت گروں سے بچاؤں - جب اللہ نے خزانے میرے حوالے کر دیئے ہیں تو ٹیکس کیوں لگاؤں ؟ خرچ میں کروں گا تم البتہ ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو- (تفہیم)

* * *

[2] ذوالقرنین کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فی الحال تو میں نے ان بدمعاشوں کے شر سے تم کو محفوظ کر دیا مگر جب وقت فنا آئے گا تو اتنی مضبوط دیوار بھی نیست و نابود ہو جائے گی- کیونکہ قیامت تو خدا کا وعدہ ہے- جو بہر حال پورا ہو کر ہی رہے گا

* * *

[3] یعنی بیچ کی رکاوٹ دور ہو جائے گی اور قیامت کے قریب یاجوج ماجوج اپنی کثرت تعداد کے ساتھ تھپیڑے مارتے ہوئے سمندر کی موجوں کی طرح چاروں طرف پھیل جائیں گے- (مجمع البیان)

* * *

www.drhasanrizvi.org

اِلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾
اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ
دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ
نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

پُورے طور پر لے آیا جائے گا ﴿۱۰۰﴾ جن کی
آنکھیں میری یاد[1] سے پردہ میں رہیں اور
(اِس لئے) وہ سُن نہیں سکتے تھے (یعنی جو
میری نصیحت کی طرف سے بالکل اَندھے بنے
ہوئے تھے اور کچھ سُننے کے لئے تیار ہی نہ تھے[2]) ﴿۱۰۱﴾
تو کیا جنھوں نے اَبدی حقیقتوں کا اِنکار
کر دیا، اُنھوں نے یہ سمجھ رکھّا ہے کہ وہ مجھے
چھوڑ کر میرے ہی بندوں اور غلاموں کو
اَپنا کام بنانے والا سرپرست بنا لیں گے؟
تو پھر اِس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہم
نے بھی اَیسے ہی مُنکرینِ حق (کافروں) کی
مہمانی کے لئے جہنّم کو تیّار کر رکھّا ہے ﴿۱۰۲﴾
آپؐ کہئے کہ کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اَپنے

ع ۱۱ / ۱۹ / ۲

[1] "میری یاد" سے مراد اللہ کی توحید اور اللہ کی کتاب ہے۔ (ابن عباسؓ) ۔ خدا کے وجود اور عظمت کے دلائل بھی ہیں (معالم) نماز بھی اس سے مراد ہے (قرآن، سورہ جمعہ) گناہ پر قدرت ہونے کے باوجود خدا کے خوف سے گناہ سے رک جانا بھی مراد ہے ۔ اور یہی افضل ذکر ہے ۔ (اصول کافی ۔ بقول امام جعفر صادقؑ) ۔

***

[2] محققین نے ان الفاظ سے نتیجہ نکالا کہ ذوالقرنینؑ جن کی عظمت کا حال اہل کتاب خوب جانتے ہیں، محض ایک فاتح ہی نہ تھے بلکہ توحید اور آخرت کے قائل تھے ۔ عدل و انصاف اور فیاضی کے اصولوں پر عامل تھے ۔ عام بادشاہوں کی طرح کم ظرف نہ تھے کہ ذرا سی سرداری ملی اور فرعون بن بیٹھے ۔ (تفہیم القرآن)

حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ "امام عادل یا حکمران عادل قیامت میں عرش الہیٰ کے سائے میں ہوگا ۔ (حدیث رسول بروایت امام محمد باقرؑ از کافی)

***

www.drhasanrizvi.org

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾
الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ
يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ
فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَزْنًا ﴿١٠٥﴾

کاموں میں سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والے کون ہیں؟ (١٠٣) یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کی ساری کوششیں دُنیا ہی کی زندگی پر صَرف (اور برباد) ہو کر رہیں اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ بڑے اَچھے کام کر رہے ہیں (١٠٤) یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اَپنے پالنے والے مالک کی باتوں، دلیلوں، نشانیوں، احکامات اور اُس سے ملاقات (یعنی) اُس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا اِنکار کیا۔ (اِسی لئے) اُن کے تمام کام ضائع اور برباد ہو گئے (کیونکہ قیامت کے دن ہم اُن کے کاموں کا کوئی وزن تک نہ کریں گے (یا) قیامت کے دن ہم اُن کے کاموں کی کوئی قدر و قیمت نہ سمجھیں گے[1] (١٠٥)

---

[1] حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ "قیامت میں گمراہ کرنے والے سرداروں کی کوئی قدر و منزلت نہ ہوگی۔ ان کی طرف سے ایسی بے پرواہی برتی جائے گی جیسی انہوں نے خدا کے احکامات کی طرف سے دنیا میں برتی تھی۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور کوئی انہیں نہ پوچھے گا۔ اور جہنم کی آگ ان کے چہروں کو جھلس جھلس دیا کرے گی اور ان کے منہ گرمی کے مارے کھلے کے کھلے رہ جائیں گے" (تفسیر صافی صفحہ ٣١٠ بحوالہ احتجاج طبرسی)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کے ہاں انسان کی قدر و منزلت اتنی ہی ہوتی ہے جتنی وہ خدا کے احکامات کی قدر و منزلت کرتا ہے۔

نیز یہ نتیجہ بھی نکالا گیا کہ یہ فکر کہ نجات کے لئے بس اعمال کافی ہیں، عقیدے خواہ کچھ بھی ہوں، غلط ہے، قرآن جن اعمال کے اکارت ہونے کا ذکر کر رہا ہے، وہ برے کام تو ہو ہی نہیں سکتے یقیناً یہ ایسے کام ہیں جو بظاہر اچھے ہیں۔ کرنے والوں کو اچھے صلے کی امید ہے۔ لیکن قیامت میں جزاء کے بدلے ان پر سزا ملے گی اسی لئے ان کو سب سے زیادہ نقصان میں بتایا گیا ہے۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا
اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ
جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾
قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ

یہ جہنّم اُن کی سزا ہے۔ یہ اِس وجہ سے کہ
اُنھوں نے اَبدی حقیقتوں کا اِنکار کیا، اور
میرے احکامات، باتوں، نشانیوں، دلیلوں،
اور میرے رسولوں کا مذاق اُڑایا[1] ﴿۱۰۶﴾ البتہ وہ
لوگ جنھوں نے ابدی حقیقتوں کو دل سے مانا،
اور نیک اور اچھّے کام بھی کئے، اُن کی
مہمانداری کے لئے 'فردوس'[2] کے باغ ہوں گے ﴿۱۰۷﴾
جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور وہ
وہاں سے کہیں اور جانا بھی نہ چاہیں گے[3] ﴿۱۰۸﴾
کہئے کہ اگر (سارے کے سارے) سمندر میرے
پالنے والے مالک کی باتوں کو لکھنے کے لئے
روشنائی بن جائیں، تو سمندر ختم ہو جائیں گے
مگر میرے پالنے والے مالک کی باتیں ختم نہ ہو

---

[1] کفر و طغیان میں جب ترقی ہوتی ہے تو انسان صرف انکار پر ہی بس نہیں کرتا ہے بلکہ تکذیب کے ساتھ تمسخر بھی کرتا ہے۔ پھر تمسخر کے بعد انبیاء اور اولیاء کو اذیت دینے اور آخر میں ان کو قتل کرنے پر اتر آتا ہے۔
بقول شاعر
انسان اس طرح اتر آئے عناد پر
لعنت خدا کی حشر تک ابن زیاد پر

***

[2] "فردوس" جنت کے درمیانی حصے کا نام ہے جو بہت بلند اور بہترین روح افزا مقام ہے۔ وہیں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں (بخاری۔ مسلم)۔

***

[3] آخری الفاظ سے معلوم ہوا کہ جنت میں ان گنت نعمتوں راحتوں اور لذتوں کے ساتھ ساتھ ہر لمحہ اور ہر آن ایک نئی تازہ بتازہ کشش اور لذت بھی پیدا ہوتی ہی رہے گی۔ اس لئے اہل جنت تبدیلی نہ چاہیں گے۔

***

قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ
مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ
فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ
رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

سکیں گی ۔ چاہے ہم اُتنے ہی سمندر اُن
کی مدد کے لئے اور بھی لے آئیں (تو بھی وہ
کافی نہ ہوں گے) ﴿۱۰۹﴾

کہئے کہ میں تو بس تمہاری طرح کا
ایک اِنسان ہوں[1]۔ جس کی طرف یہ وحی
کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک اکیلا
خدا ہے ۔ تو جو شخص بھی اپنے پالنے والے
مالک سے ملاقات کی اُمّید رکھتا ہو،
اُسے چاہئے کہ وہ اَچھّے اَچھّے یا نیک
کام کرتا رہے اور اَپنے پالنے والے
مالک کی بندگی میں
کسی اور کو ہرگز شریک
نہ کرے ﴿۱۱۰﴾

ع ۱۲ / ۹ / ۲

---

[1] حضرت امام حسن عسکریؑ کی تفسیر میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا "خدا نے کسی کو حسن و جمال کے ساتھ کسی کو مال و دولت کے ساتھ اور کسی کو صحت و عافیت کے ساتھ نوازا اور مخصوص فرمایا۔ اس طرح خدا نے مجھے اپنے خاص آدمیوں میں سے نبوت و رسالت کے لئے چن کر مخصوص فرمایا" (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۰ بحوالہ احتجاج طبرسی)

حضور اکرمؐ کو بشر جیسا کہنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ نوری نہ تھے اسی طرح قرآن میں حضرت ابراہیمؑ ، حضرت مریمؑ اور حضرت لوطؑ کے پاس فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا بیان ہوا ہے۔ حالانکہ فرشتے مجسم نور تھے۔ صرف شکل و صورت بشر کی سی تھی۔ اسی طرح حضور اکرمؐ مجسم نور تھے لیکن ہماری ہدایت کے لئے خدا نے صورت و شکل میں بشر جیسا بنا کر بھیجا تھا۔ (ملخص از القرآن المبین)

***

www.drhasanrizvi.org

آیات ۹۸ سورۂ مریمؑ مکیّ رکوعات ۶

(مریمؑ کا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○

کاف۔ ہا۔ یا۔ عین۔ صاد[1] ① (یہ) تذکرہ ہے آپؐ کے پالنے والے مالک کی رحمت کا جو اُس کے بندے زکریاؑ پر تھی ② جب اُنھوں نے اَپنے پالنے والے مالک کو چپکے چپکے پُکارا ③ اُنھوں نے کہا: "اے میرے پالنے والے مالک! حقیقت یہ ہے کہ میری ہڈّیاں تک گھُل کر کمزور ہو چکی ہیں اور میرا سر بُڑھاپے سے بھڑک اُٹھّا ہے (یعنی) سر میں

اٰیاتُہا (۹۸) (۱۹) سُوْرَۃُ مَرْیَمَ مَکِّیَّۃٌ رُکُوْعَاتُہَا (۶)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

کٓھٰیٰعٓصٓ ①

ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ②

اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ③

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ

---

[1] حضرت فاطمہ بنت علیؑ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ اپنی دعاؤں میں "کاف حایا عین صاد اغفرلی" فرمایا کرتے تھے (ابن جریر، روح، دارلی، ابن ماجد)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حروف خدا کے اسمائے اعظم ہیں جن کا استعمال انبیاء اور ائمہ ہی جانتے ہیں اور وہ جب ان کے ذریعے دعا کرتے ہیں تو دعا قبول ہوتی ہے۔ (تفسیر صافی)

غرض یہ حروف Code words ہیں جن کا حقیقی مطلب خدا یا اس کے رسول اور خاص اولیاء ہی جانتے ہیں۔ Code Words کبھی بے معنی نہیں ہوا کرتے صرف ان کے لئے بے معنی ہوتے ہیں جن کو ان کا مطلب نہیں بتایا گیا ہوتا۔

امام مہدیؑ نے فرمایا "ک" سے مراد کربلا، "ہ" سے مراد ہلاکت (بذریعہ شہادت) عترت رسولؐ، "ی" سے مراد یزید "ع" سے مراد عطش یعنی پیاس، "ص" سے مراد صبر آل محمدؐ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۲۷۹)

***

www.drhasanrizvi.org

بالوں کی سفیدی پھیل چکی ہے۔ مگر اے
میرے پالنے والے مالک! میں تجھ سے دُعا
مانگ کر تو کبھی نامراد نہیں رہا ہوں[1] ④ اور
حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے عزیزوں اور بھائی
بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ
ہے۔ اب تو مجھے اپنے پاس سے (میرا) ایک
وارث عطا فرما ⑤ جو میرا بھی ترکہ پائے
اور یعقوبؑ کی اولاد کا بھی ترکہ پائے (یا)
جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوبؑ کی اولاد کا
بھی وارث ہو[2]۔ اور اُسے، اے میرے پالنے
والے مالک! اپنا پسندیدہ انسان بنا" ⑥
(ہم نے جواب دیا) "اے زکریاؑ! ہم تجھے
ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں۔ جس کا

شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④
وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ
عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ⑤
يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِيًّا ⑥

1۔ محققین نے نتیجہ نکالے کہ بڑھاپے کے طبعی اثرات سے انبیاء اولیا کو بھی مفر نہیں ہوتا۔ خدا بڑھاپے اور سفید بالوں پر رحم فرماتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "اسلام میں ستر سال کی عمر ہوجانے کے بعد خدا ایسے مومن کے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس سے حساب مانگتے ہوئے حیا فرماتا ہے" (الکافی)

***

2۔ اس آیت نے اس حدیث کو غلط ثابت کر دیا کہ جو تاریخ میں نقل کی گئی کہ حضورؐ نے فرمایا تھا "ہم گروہ انبیا نہ کسی کا ورثہ پاتے ہیں اور نہ ہمارا ورثہ کسی کو ملتا ہے" اب اگر کہا جائے کہ یہاں ترکہ سے مراد علم ہے، تو یہ دعویٰ غلط ہوگا۔ اس لئے کہ علم کوئی چرائے جانے کی چیز ہی نہیں، جس کے لئے عزیزوں سے ڈرا جائے

پھر دعا کے نتیجے میں بیٹا بھی نبی ہوا اس لئے حدیث کے دونوں پہلو غلط ثابت ہوگئے اسی لئے آیت سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ نبی خود بھی وارث ہوتا ہے اور دوسرے کو بھی اس کی میراث پہنچتی ہے۔ (فصل الخطاب، تفسیر تبیان و مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ
لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾
قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا
وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿۸﴾
قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ
خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿۹﴾
قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ

نام یحییٰ[1] ہوگا۔ اُس سے پہلے ہم نے (اُس کا) کوئی ہم نام پیدا ہی نہیں کیا" ﴿۷﴾ زکریاؑ نے پُوچھا: "اَے میرے پالنے والے مالک! (مگر) میرے بیٹا ہوگا کیسے؟ جب کہ میری بیوی تو بانجھ ہے، اور میں بڑھاپے کی اِنتہائی حَد کو پہنچ کر بالکل سُوکھ چکا ہوں[1]؟" ﴿۸﴾ جواب مِلا: "اَیسا ہی ہوگا۔ تمھارے پالنے والے مالک نے کہا ہے کہ یہ بات میرے لئے بالکل آسان ہے۔ آخر اِس سے پہلے میں نے تمھیں (نہیں) پیدا کیا، جب کہ تم کوئی چیز تھے ہی نہیں[2]؟" ﴿۹﴾ زکریاؑ نے عرض کی: "اَے میرے پالنے والے مالک! میرے لئے کوئی نِشانی مُقرّر فرما۔" خدا نے فرمایا: "تمھارے لئے نِشانی

[1] حضرت زکریاؑ کا یہ سوال بطور اعتراض نہ تھا۔ صرف تفصیل جاننے کے شوق میں تھا کیونکہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے یہ بات ممکن نہ تھی کہ اس بڑھاپے میں اولاد ہو، وہ تو یہ جاننا چاہتے تھے کہ یہ کیسے ہوگا؟ کیا ہم میاں بیوی دوبارہ جوان ہو جائیں گے؟ یا میں کوئی دوسرا نکاح کروں گا یا کچھ اور طریقہ ہوگا؟ انی کے لفظی معنی ہیں کیسے؟" (بحر، مفردات وغیرہ امام راغب)

***

[2] خدا کی تخلیق بغیر اسباب کے ہوتی ہی رہتی ہے اس لئے کہ جب کچھ نہ تھا تو اس نے سب کچھ ناچیز سے پیدا کیا تو بڑھاپے میں باوجود سبب ضعیف کے اولاد دے دینا اس کے لئے کون سی مشکل بات ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

یہ ہے کہ تم مُسلسل تین[3] دِن لوگوں سے بات نہ کر سکو گے"[1] ⑩ پھر وہ محراب[2] عبادت سے نِکل کر اپنی قوم کے پاس آئے، تو اُنھیں اِشارہ سے کہا: "صُبح و شام (خدا کی) تسبیح کرتے رہا کرو (یعنی) خدا کی پاکیزگی اور عظمت کو بیان کرتے رہا کرو" ⑪

اَے یحییٰؑ! خدا کی کتاب کو مضبُوطی سے تھام لو۔ ہم نے اُنھیں بچپنے ہی میں 'حکم[3]' (یعنی) نبوّت، علم وحکمت، دانائی، قوتِ فیصلہ معاملات میں صحیح رائے قائم کرنے کی سمجھ، اور اللہ کی طرف سے معاملات میں فیصلہ دینے کا اِختیار عطا کیا ⑫ اور اپنی طرف سے اُن کو نرم دِلی، مہر و محبّت، نیک نامی اور پاکیزگی

النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ⑩
فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ
اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ⑪
يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ
صَبِيًّا ⑫
وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ⑬

[1] یعنی تم تین دن تک بول نہ سکو گے۔ (قول ابن عباسؓ از ابن جریر)
کلام کرنے سے قدرتی طور پر روک دیے جانے سے وہ سمجھ گئے کہ ان کی زوجہ کے شکم میں یحییٰؑ کا حمل قائم ہو گیا ہے اور یحییٰؑ کی ولادت کے دو سال کے بعد خدا کا ارشاد ہوا، "اے یحییٰؑ! لو قانون خداوندی کو" (جلالین)

***

[2] "محراب" کے معنی کمرہ عبادت (بحر) یا عبادت اور نماز پڑھنے کی جگہ ہوتے ہیں (جصاص)

***

[3] شیخ اکبر ابن عربی نے لکھا کہ یہاں "حکم" کے تین معنی ہیں۔ (۱) وحی (۲) نبوت (۳) خدا کی معرفت اور اطاعت یہاں تینوں کے معنی مطلوب ہیں
حضرت امام محمد تقیؑ نے فرمایا کہ خدا نے امامت کے معاملے میں بھی وہی اصول قائم فرمایا جو نبوت کے بارے میں قائم فرمایا تھا۔ پھر آپؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (یاد رہے کہ امام محمد تقی نو سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے وارث ہوئے) (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۲ بحوالہ کافی)

***

www.drhasanrizvi.org

بھی عطا کی۔ (اِس لئے کہ) وہ بُرائیوں سے
بچنے والے تھے ⑬ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ
بڑا اچھّا سلوک کرنے والے تھے۔ نافرمان اور
سرکش نہ تھے[1] ⑭ اُن پر سلام ہو، جس دن کہ
وہ پیدا ہوئے، اور جس دن وہ دُنیا سے اُٹھّیں
گے، اور جس دن وہ دوبارہ زندہ کر کے
اُٹھائے جائیں گے[2] ⑮ ع

اور کِتاب میں مریمؑ کا حال بھی بیان کرو۔
جب اُنھوں نے اپنے لوگوں سے الگ ہو کر،
مشرق کی طرف، ایک کونے میں جا کر پردہ ڈال
لیا ⑯ تو ہم نے اُن کی طرف اپنی جانب سے
ایک رُوح، (خدا کی ایک عظیم مخلوق) کو بھیجا،
تو وہ اُن کے سامنے بالکل ایک مکمّل آدمی

ع ۵ ۱۵

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ⑭
وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ
يُبْعَثُ حَيًّا ⑮ ع
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا
مَكَانًا شَرْقِيًّا ⑯
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا
رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ⑰

---

[1] اہل اشارات نے لکھا تقیا " یعنی برائیوں سے بچنے والے " اس میں اشارہ ہے اللہ کے حقوق ادا کرنے کا، اور ماں باپ کے ساتھ اچھے سلوک میں اشارہ ہے حقوق العباد کے ادا کرنے کا۔ سرکش (جبار) نہ ہونے میں اشارہ ہے مخلوقات کے ساتھ بد معاملگی نہ کرنے کا۔ اور نافرمان (عصیاً) نہ ہونے میں اشارہ ہے اللہ کے قانون کو نہ توڑنے کا۔ اس طرح سارے منفی مثبت کمالات کا بیان ہو گیا۔

***

[2] سلام یہاں وسیع معنی میں ہے مراد امن، حفاظت، سلامتی۔ حضرت امام رضاؑ سے منقول ہے کہ مخلوقات پر تین مواقع سب سے زیادہ وحشت کے ہوتے ہیں (۱) جس دن ماں کے پیٹ سے نکلے (۲) جس دن مرے اور آخرت اور اہل آخرت کو دیکھے (۳) جس دن قبر سے حشر و نشر کے لئے اٹھایا جائے، اور وہ نتائج دیکھے جو دنیا میں نہ دیکھے تھے۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۲ بحوالہ عیون اخبار الرضا)

***

www.drhasanrizvi.org

قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡکَ اِنۡ کُنۡتَ تَقِیًّا ﴿۱۸﴾
قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکِ ٭ۖ لِاَہَبَ لَکِ غُلٰمًا
زَکِیًّا ﴿۱۹﴾
قَالَتۡ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ لَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ وَّ لَمۡ
اَکُ بَغِیًّا ﴿۲۰﴾
قَالَ کَذٰلِکِ ۚ قَالَ رَبُّکِ ہُوَ عَلَیَّ ہَیِّنٌ ۚ وَ لِنَجۡعَلَہٗۤ اٰیَۃً

کی صُورت میں ظاہر ہوا ⑰ مریمؑ نے کہا: "اگر تُو خدا کا خوف رکھتا ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں" ⑱ اُس نے کہا: "میں تو تمھارے پالنے والے مالک کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تمھیں ایک پاک و پاکیزہ لڑکا عطا کروں" ⑲ مریمؑ نے کہا: "بھلا میرے بیٹا کہاں سے ہوگا، حالانکہ مجھے کسی اِنسان نے چھُوا تک نہیں ہے۔ اور میں کوئی بدکار عورت بھی نہیں ہوں؟" ⑳ رُوح نے کہا: "یہ یوں ہی ہوگا۔ تمھارے پالنے والے مالک نے کہا ہے کہ یہ بات میرے لئے بالکل آسان ہے۔ اور یہ (اس لئے بھی ہوگا تاکہ) ہم اُسے لوگوں کے لئے ایک معجزہ، اپنی ایک نشانی[1] اور اپنی طرف

---

[1] اپنی نشانی سے مراد خدا کی قدرت ہے کہ اگر وہ چاہے تو بغیر باپ، بغیر اسباب و علل کے بھی مخلوقات کو پیدا کر سکتا ہے وہ اسباب و علل کا محتاج نہیں۔ اسباب و علل کا سلسلہ اس نے اپنی حکمت اور ہماری فہم کے لئے قائم فرمایا ہے۔

قرآن میں ہر جگہ حضرت عیسیٰؑ کی بے باپ کی ولادت کو خدا کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے مگر انجیل میں صرف دو جگہ اس کو روح القدس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ کیونکہ خدا تو اسی کو کہتے ہیں جو سارے اسباب و علل کے سلسلوں سے بالاتر ہو۔ کیونکہ وہ اسباب کا تابع نہیں بلکہ مسبب الاسباب ہے یعنی تمام سببوں کا سبب، اسباب و علل کا خالق ۔ اس لئے وہ کسی سبب کا پابند اور محکوم نہیں ہوتا۔ اس لئے خدا کے لئے یہ کہنا کہ یہ خلاف عادت ہے عقل کی علامت نہیں بلکہ بے عقلی کی دلیل ہے۔ اب جو خدا ہی کا منکر ہو تو اس سے وجود خدا پر بات کرنی چاہیئے نہ اس پر کہ عیسیٰؑ بغیر باپ کے کیسے پیدا ہوگئے؟

***

www.drhasanrizvi.org

سے اپنی رحمت (کا ثبوت) بنا دیں۔ اور یہ
کام تو ہو کر ہی رہنا ہے" ⑳ تو وہ اُس بچہ
کی حاملہ ہوگئیں۔ اور پھر وہ اُس حمل کو لئے
ہوئے دُور کسی مقام پر چلی گئیں[1] ㉒ پھر بچہ
پیدا ہونے کی تکلیف نے اُنھیں ایک کھجور
کے درخت کے تنے کے نیچے پہنچا دیا۔ اُنھوں
نے کہا کاش میں اِس سے پہلے ہی مر چکی ہوتی
اور میرا نام و نشان تک باقی نہ رہتا (یا)
بالکل نیست و نابود، بھولی بسری ہو چکی ہوتی[2] ㉓
رُوح نے پائینتی سے اُن کو پُکار کر کہا: "غم
نہ فرمائیں۔ آپؑ کے پالنے والے مالک نے
آپؑ کے (پیروں کے) نیچے ایک نہر بہا دی ہے ㉔
ذرا اِس (سُوکھے) درخت کی شاخ کو اپنی طرف

لِلنَّاسِ وَرَحۡمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِيًّا ㉑
فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ㉒
فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ ۚ قَالَتۡ
يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا ㉓
فَنَادٰٮهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ اَلَّا تَحۡزَنِىۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ
تَحۡتَكِ سَرِيًّا ㉔

---

[1] حضرت مریمؑ قصبہ ناصرہ میں جو ملک شام کے علاقہ گلیل میں واقع ہے رہا کرتی تھیں۔ مگر زمانہ حمل میں بیت اللحم میں آ گئیں جو ناصرہ سے ایک میل دور ہے
حضرت جبرئیلؑ نے حضرت مریمؑ کے کرتے کی جیب میں ایک پھونک ماری جس سے وہ حاملہ ہو گئیں اور اسی رات کو صبح حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ یہ عمل صرف نو گھنٹوں میں پورا ہوا۔ گویا خدا نے اپنی قدرت سے نو مہینوں کو نو ساعتوں میں تبدیل فرما دیا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۲ بحوالہ تفسیر قمی)

***

[2] محققین نے لکھا کہ اگر حضرت مریمؑ نے موت کی تمنا، غم دنیا کے سبب سے کی تو اس کو غلبہ حال کہا جا سکتا ہے۔ اس حالت میں انسان معذور ہے اور مکلف نہیں ہوتا اور اگر یہ موت کی تمنا بدنامی کے خوف سے تھی کہ شاید بدنامی کی بے عزتی پر صبر نہ کر سکوں گی اور اس طرح بے صبری کی معصیت میں مبتلا ہو جاؤں گی تو ایسی تمنا ممنوع نہیں۔ (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

وَهُزِّىٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا
جَنِيًّا ﴿۲۵﴾
فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ
اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ
اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾
فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ
شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾
يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا
كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾

کر کے تو ہلائیے، وہ آپ کے اُوپر تر و تازہ کھجوریں گرانے لگے گی ﴿۲۵﴾ آپ کھائیے، پیجئے اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھئے[1]۔ پھر اگر کسی آدمی کو دیکھئے، تو کہہ دیجئے کہ "میں نے تو خدائے رحمان کے لئے (چُپ رہنے کے) روزے کی منّت مانی ہوئی ہے۔ تو میں آج کِسی آدمی سے کوئی بات چیت نہیں کروں گی"[2] ﴿۲۶﴾

پھر وہ اُس (بچّہ) کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم میں آئیں۔ تو لوگوں نے کہا: "اَے مریمؑ! تو ُنے یہ بہت بُرا کام کیا ﴿۲۷﴾ اَے ہارون کی بہن[3]! نہ تو تیرے والدین کوئی بُرے آدمی تھے، اور نہ تیری ماں کوئی بدکار عورت تھی" ﴿۲۸﴾ مریمؑ نے بچّہ کی طرف اشارہ کر دیا۔

---

[1] آنکھیں ٹھنڈی رکھیئے کا مطلب عربی محاورے کے مطابق خوش رہیئے اور بے فکر رہیئے ہوتا ہے۔

* * *

[2] چپ رہنے کا روزہ پچھلی امتوں میں رائج تھا۔ آج بھی ہندوؤں میں رائج ہے مگر اسلام میں ممنوع ہے۔ شاہ عبدالقادر نے لکھا "ان کے دین میں یہ منت درست تھی کہ نہ بولنے کا روزہ رکھتے، ہمارے دین میں یہ منت درست نہیں" (موضح القرآن) سوال یہ ہے کہ حضرت مریمؑ نے ایسی کوئی منت تو باندھی ہی نہ تھی پھر خدا نے یہ حکم کیوں دیا کہ چپ رہنا۔ یا تو ضمناً یہ ہدایت بھی تھی کہ ابھی نذر کر لو اور یا اس قسم کے خطرات سے بچنے کے لئے یقیناً اس طرح مصلحت آمیز جملے کہنے کی اجازت ہے جو اصول تقیہ کے مطابق ہے۔ (فصل الخطاب)

امام راغب اصفہانی نے لکھا کہ صوم (روزے) کے اصل معنی کسی کام سے رک جانے کے ہیں۔ خواہ کھانا ہو یا

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿۳۰﴾

وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾

وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

اِس پر لوگوں نے کہا : "بھلا ہم اِس سے کیا اور کِس طرح بات کریں، جو ابھی جھولے میں پڑا ہوا ایک بچّہ ہے ؟" ﴿۲۹﴾ بچّہ بول اُٹھا: "میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کِتاب عطا فرمائی ہے۔ اور مجھے نبی بھی بنایا ہے ﴿۳۰﴾ اور میں جہاں کہیں بھی رہوں، مجھے برکت والا قرار دیا ہے۔ اور جب تک میں زندہ رہوں، مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے ﴿۳۱﴾ اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا ہے۔ اور (بحمداللہ) مجھے بدنصیب جابر اور سرکش نہیں بنایا ﴿۳۲﴾ سلام ہے مجھ پر جس دن کہ میں پیدا ہوا، اور جس دن میں دُنیا سے اُٹھوں، اور جس دن میں دوبارہ زِندہ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

بات چیت سے رک جاتا ہو۔ اسی لئے وہ گھوڑے جو گھاس کھانے سے رک جاتے ہیں ان کو بھی عربی میں "صائم" کہتے ہیں۔ (مفردات القرآن امام راغب اصفہانی)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ روزہ فقط کھانے پینے ہی سے پرہیز کا نام نہیں ہے۔ حضرت مریمؑ نے چپ رہنے کا روزہ رکھا تھا۔ پس جب روزہ رکھو تو اپنی زبان کی بھی حفاظت کرو اور اپنی آنکھوں کو بھی خدا کی منع کی ہوئی چیزوں کے دیکھنے سے روکے رکھو" (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۳ بحوالہ کافی) ***

۳ "ہارون کی بہن" کے سلسلے میں اختلاف ہے بعض مفسرین کے نزدیک ہارون سے مراد حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ ہیں کیونکہ حضرت مریمؑ حضرت ہارون کی اولاد میں سے تھیں یا اس سے مراد قبلیہ ہارون کی ایک خاتون ہے (تبیان) بعض کا خیال ہے کہ یہ ہارون کوئی اور نیک آدمی تھا (جلالین)

***

www.drhasanrizvi.org

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي
فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿۳۴﴾
مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۖ سُبْحَانَهُ ۚ إِذَا
قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۳۵﴾
وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ
مُسْتَقِيمٌ ﴿۳۶﴾

کرکے اُٹھایا جاؤں" ﴿۳۳﴾

یہ ہیں مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ۔ اور یہ ہے اُن کے بارے میں وہ حقیقی اور سچّی بات جِس میں لوگ شک کر رہے ہیں ﴿۳۴﴾ یہ اللہ کی شان نہیں ہے کہ وہ کِسی کو اپنا بیٹا بنالے۔ پاک ہے اُس کی ذات (ایسے کاموں سے) وہ جب کوئی اِرادہ یا فیصلہ کرتا ہے تو بس (اِتنا) کہہ دیتا ہے کہ 'ہوجا' اور وہ فوراً ہو جاتا ہے ﴿۳۵﴾ (عیسیٰؑ نے تو یہ کہا تھا کہ حقیقتاً میرا اور تمھارا پالنے والا مالک 'اللہ' ہے۔ پس تم اُسی کی بندگی (کامل اطاعت) کرو۔ یہی صاف اور سیدھا راستہ ہے[1] ﴿۳۶﴾ (مگر اِس بات پر) مختلف گروہوں[2] اور جماعتوں نے

---

[1] عیسائیوں کو بتایا جا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے نہیں۔ کیونکہ عیسائی روایت کے مطابق حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں ایک طرح کے معجزے سے پیدا ہوئے تھے۔ لوقا کی انجیل میں ان دونوں معجزوں کا ذکر ایک ہی سلسلہ بیان میں کیا گیا ہے۔ اب یہ عیسائیوں کی کتنی بڑی زیادتی ہے کہ وہ ایک معجزہ سے پیدا ہونے والے کو خدا کا بندہ کہتے ہیں اور دوسرے کو اللہ کا بیٹا۔ (تفہیم)

***

[2] گروہوں سے مراد یہود و نصاریٰ کے مختلف فرقے ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ خود خدا ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا ان کی صورت میں آیا۔ اور پھر آسمان پر چلا گیا بعض کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ خدا کے بندے اور نبی تھے (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۳، تبیان)۔ آخرت میں تو حقائق کھل کر سامنے آجائیں گے۔ اس لئے سب ایمان لے آئیں گے۔ مگر اس یقین کی کوئی قیمت نہ ہو گی اس لئے کہ آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد تو ہر شخص مان لیتا ہے۔ اجر تو انسان کو عقل سے سمجھ کر ماننے پر ملتا ہے جو دنیا ہی میں ممکن تھا۔ (مجمع البیان)۔

***

www.drhasanrizvi.org

ایک دُوسرے سے اِختلاف کر رکھا ہے۔ بُرا ہو اُن کا جنھوں نے حق کا اِنکار کیا۔ اُن کے لئے وہ وقت بڑی تباہی کا ہوگا، جب وہ ایک بڑا سخت دن دیکھیں گے[۱] (۳۷) جب وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے تو اُس دن اُن کے کان بھی خُوب اَچھّی طرح سے سُن رہے ہوں گے، اور اُن کی آنکھیں بھی خُوب اَچھّی طرح سے دیکھ رہی ہوں گی۔ مگر آج یہ ظالم لوگ کھُلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں[۲] (۳۸) تو اُنھیں اِس حالت میں کہ وہ حق سے غافل ہیں، اور حق کو نہیں مان رہے ہیں، اُس دن سے ڈرائیے، جب (اَبدی) فیصلہ کر دِیا جائے گا، اور غم کھانے اور پچھتانے[۳] کے سوا

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾
اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾
وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾

---

۱ عیسائیوں کو بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی وہی پیغام لائے تھے جو دوسرے تمام انبیاءؑ لے کر آئے تھے۔ وہ پیغام اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ خدائے واحد کی بندگی کی جائے۔ اب تم نے عیسیٰؑ کو نبی کے بجائے خدا بنا لیا اور انہیں عبادت میں اللہ کا شریک کر رہے ہو یہ تمہاری ایجاد، اور اختلاف کرنا ہے۔ (تفہیم)

***

۲ یعنی آج تو بالکل اندھے بہرے ہیں مگر قیامت میں سب حیرت سے دیکھیں گے کہ آنکھیں خوب روشن اور کان خوب تیز ہوگئے ہیں (مدارک)

***

۳ کیونکہ قیامت کے دن سب لوگ افسوس کرتے ہوں گے اس لئے اس کو حسرت و افسوس کا دن کہا گیا ہے، برے لوگ تو اپنی برائیوں کے سبب افسوس کریں گے اور نیک لوگ اپنی نیکیوں کی کمی اور اپنے اوقات کو ضائع کرنے کے سبب افسوس کریں گے (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۳)

***

www.drhasanrizvi.org

کچھ باقی نہ رہے گا (۳۹) پھر ہم ہی زمین اور
اُس کی تمام چیزوں کے آخری مالک[1] ہوں گے
اور جو اس پر بَستے ہیں، وہ سَب کے سَب
ہماری ہی طرف پلٹائے جائیں گے (۴۰) ع
ع ۵ ۲/۴۵

اور اِس کتاب میں اِبراہیمؑ کا قِصّہ بیان
کرو۔ حقیقتاً وہ ایک کھرے اور سچّے اِنسان تھے
اور نبی بھی تھے (۴۱) جب اُنھوں نے اَپنے باپ
سے کہا: "ابّا جان[2]! آخر آپ کیوں اِن (لایعنی)
چیزوں کی پُوجا پاٹ یا بندگی کرتے ہیں جو
نہ تو کچھ سُنتی ہی ہیں، اور نہ کچھ دیکھتی ہیں۔
اور نہ ہی کوئی فائدہ پہنچا کر آپ کا کوئی کام
بنا سکتی ہیں؟ (۴۲) ابّا جان! یقین جانئے کہ
میرے پاس ایک اَیسا عِلم آیا ہے جو آپ کے

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا
ع يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا
نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا
يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾
يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ

---

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دن زمین پر نہ تو کوئی مالک ہی باقی رہے گا اور نہ کوئی کسی چیز کو استعمال کرنے والا ہوگا (تفسیرِ صافی صفحہ ۳۱۳)۔

"وارث" وہ ہوتا ہے جو دوسرے کے مرنے کے بعد اس کی املاک کا حقدار ہو دنیا میں تو سب فنا ہونے والے ہیں اور آخری باقی رہنے والی ذات صرف خدا کی ہے (مجمع البیان)۔

***

[2] لغت میں "اب" کے معنی باپ کے ہیں۔ مگر ہر زبان میں باپ کا اطلاق اصلی باپ کے علاوہ خاندان کے بزرگوں پر بھی ہوتا ہے جیسے چچا، نانا، کے لئے تو خود قرآن میں باپ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے اہل بیت رسولؐ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ "آذر" حضرت ابراہیمؑ کے اصلی باپ نہ تھے بلکہ چچا یا نانا تھے حضرت ابراہیمؑ کے اصلی باپ کا نام تارخ تھا۔ (مجمع البیان)

***

فَاتَّبِعۡنِیۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾
يٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّيۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ
لِلرَّحۡمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾
يٰۤاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ
فَتَكُوۡنَ لِلشَّيۡطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾
قَالَ اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِهَتِىۡ يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ
تَنۡتَهِ لَاَرۡجُمَنَّكَ وَاهۡجُرۡنِىۡ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾

پاس نہیں آیا۔ آپ میرے پیچھے چلیں۔ میں آپ کو سیدھے راستہ پر لگا دُوں گا[1] ﴿۴۳﴾ بابا جان! آپ شیطان کی بندگی یا پُوجا پاٹ نہ کریں۔ حقیقتاً شیطان تو خدائے رحمان[2] کا نافرمان ہے ﴿۴۴﴾ بابا جان! مجھے ڈر ہے کہ آپ کو خدائے رحمان کا عذاب نہ پہنچ جائے، اور پھر آپ شیطان کے ساتھی اور شریکِ حال (نہ) بن جائیں" ﴿۴۵﴾

آزر نے کہا: "ابراہیمؑ! کیا تُو میرے خداؤں سے پھر گیا ہے؟ اگر تُو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دُوں گا۔ بس اَب تُو ہمیشہ کے لئے مجھ سے الگ ہو جا" ﴿۴۶﴾ اِبراہیمؑ نے کہا: "خدا حافظ! میں بہر حال آپ کے لئے اَپنے پالنے

---

[1] فقہا نے نتیجے نکالے کہ (۱) بے علموں پر علماء کی تقلید لازم ہے (۲) باپ کا بیٹے سے علم حاصل کرنا جائز ہے۔ (۳) نسب کی فضیلت علم کی فضیلت کے مقابلے میں بہت کم ہوتی ہے۔

***

[2] رحمانیت کی صفت کا خاص طور پر بیان شاید اس لئے کیا گیا کہ مخاطب کو غیرت دلائی جائے کہ جو تجھے اپنے فیضان سے مسلسل نوازتا چلا جا رہا ہے اس کے مقابلے میں اس ہی کے دشمن شیطان کی بندگی اور اطاعت کرنا کتنی بری چیز ہے۔ اور حضرت ابراہیم کا آذر کو بار بار باباجان کہنا شاید اس لئے تھا کہ جس کو نصیحت کی جائے اس کو وحشت نہ ہو بلکہ اس کے دل میں دل ڈال کر بات کی جائے تاکہ شاید اس طرح اس میں انس پیدا ہو اور وہ بات کو سننے سمجھنے ہی کے لئے تیار ہو سکے۔

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

والے مالک سے معافی کی درخواست کروں گا۔
یقیناً وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے[1] (۴۷) اب میں
آپ کو بھی چھوڑتا ہوں اور اُن کو بھی، جن
کو آپ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پُکارتے ہیں، اور
جن کی دُہائی دیتے ہیں۔ اور میں صرف اپنے
پالنے والے مالک سے دعا کرتا رہوں گا۔ اور
اُمّید ہے کہ میں اپنے پالنے والے مالک سے
دعا (کرنے کی وجہ سے) نامراد اور بدنصیب
نہ رہوں گا" (۴۸)

تو جب ابراہیمؑ اُن لوگوں سے اور اُن سے
جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر بندگی اور
پوجا پاٹ کرتے تھے، جُدا ہوگئے تو ہم نے
اُنھیں اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی،

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا (۴۷)
وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا (۴۸)
فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا

---

[1] آذر کے اس قدر سخت الفاظ کے باوجود حضرت ابراہیمؑ کا نرم جواب ان کے کمال ادب اور بزرگی کے احترام کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ سلام کا ترجمہ خدا حافظ اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ سلام وداع تھا " یہ رخصت کا سلام ہے " (موضح القرآن - فصل الخطاب)

سلام کا یہ مطلب بھی ہے کہ میری طرف سے آپ کے لئے بہرحال آداب و تسلیمات کا سلسلہ قائم رہے گا کیونکہ آپ کا مجھ پر تربیت کرنے اور بزرگی کا حق ہے (تبیان) محققین اور ماہرین اخلاق نے نتیجے نکالے کہ (۱) جاہلوں کو حلم کی زبان میں جواب دینا چاہیئے۔ (۲) بزرگوں کے حقوق کی رعایت ضروری ہے (معالم)۔ فقہا نے نتیجہ نکالا کہ کافر کے لئے ہدایت کی دعا کرنا جائز ہے۔ (تھانوی)۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾
وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ
صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ ع
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ
رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾
وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ
نَجِيًّا ﴿۵۲﴾
وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِسْمٰعِيْلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ

اور اُن میں سے ہر ایک کو نبی بنایا ﴿۴۹﴾ اور
اُن کو اَپنی رحمت سے (بڑا) حصّہ عطا کیا[1]۔
اور اُن کو نیک نامی "حقیقی شہرت اور سچّائی
کی زبان" عطا کی[2] ع ﴿۵۰﴾

اور اِس کتاب میں موسیٰؑ کا (بھی) ذکر
کرو۔ یقیناً وہ ایک مخلص اور کھرے اِنسان
تھے اور نبی تھے بھیجے ہوئے ﴿۵۱﴾ ہم نے اُنھیں
'طور' کی داہنی جانب سے پُکارا اور اُن سے
راز کی باتیں کر کے اَپنا تقرُّب عطا کیا ﴿۵۲﴾
اور اُنھیں اَپنی رحمت اور مہربانی سے ہارونؑ
جیسا بھائی نبی بنا کر عطا کیا ﴿۵۳﴾
اور اِس کِتاب میں آپؐ اِسماعیلؑ کا
بھی ذکر کیجیےَ۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ وعدہ کے

ع ۳

[1] فقہا نے نتیجے نکالے کہ (۱) حق کے دشمنوں سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیئے۔ (۲) ترک وطن یا ہجرت اگر خدا کی خاطر ہو تو انسان دنیوی اعتبار سے بھی اکثر گھاٹے میں نہیں رہتا۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے شہر حران (ملک کلدانیہ عراق) سے شام ہجرت فرما گئے تو آپ کو دوسرا وطن بھی ملا اور اولاد بھی ملی جو پیغمبر ہوئی غرض ساری خوشیاں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

* * *

[2] آج بھی اکثر مذاہب کے افراد حضرت ابراہیمؑ کی جلالت اور عظمت کے قائل ہیں۔ مسلمان، یہودی، عیسائی سب ان کی بے حد تعظیم کرتے ہیں۔

ہماری قدیم تفسیروں میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ "ہم نے اپنی رحمت کا ایک حصہ انہیں عطا کیا" اس سے مراد رسولؐ ہیں جو رحمت بنا کر بھیجے گئے اور "سچائی کی زبان" سے مراد حضرت علیؑ کی ذات ہے (مجمع البیان بحوالہ امام حسن عسکریؑ)

* * *

www.drhasanrizvi.org

وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝۵۴

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝۵۵

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝۵۶

وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝۵۷

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ

سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے ۵۴ وہ اَپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، اور اَپنے پالنے والے مالک کے نزدیک ایک پسندیدہ اِنسان تھے ۵۵

اور آپؐ اِسی کتاب میں ادریسؑ کا بھی ذکر کیجئے۔ حقیقتاً وہ ایک سچے اِنسان اور ایک نبی تھے ۵۶ اور ہم نے اُنھیں ایک اُونچے مقام پر بلند کیا[۱] ۵۷

یہ وہ پیغمبرؑ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا، جو آدمؑ اور اُن لوگوں کی نسل سے ہیں جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا۔ (لیکن اِن میں سے) کچھ ابراہیمؑ اور اسرائیلؑ (یعقوبؑ) کی اولاد میں سے بھی ہیں۔

---

[۱] یہودی اور مسیحی عقیدے کے مطابق حضرت ادریس (حنوک) آسمان پر زندہ اٹھا لیئے گئے۔ تورات میں ہے "حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا اس لئے کہ خدا نے اسے لے لیا (پیدائش ۵ : ۲۴)۔ ہمارے بعض مفسرین نے اسرائیلیات میں سے اس اٹھ جانے کو نقل کیا ہے۔ قرآن یا معتبر احادیث میں اس کا ذکر نہیں ملتا بعض محققین کے نزدیک یہ بلندی مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے ہے شرف نبوت اور قرب الہیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ شاہ ولی اللہ نے لکھا "یعنی انہیں آسمان کی سیر کرائی جو ایک محدود درجے کی معراج تھی" (شاہ ولی اللہ، فصل الخطاب)

شاہ عبد القادر نے لکھا "بہشت کی سیر مانگی پھر وہیں رہ گئے اللہ کے حکم سے (موضح القرآن)

***

www.drhasanrizvi.org

یہ (سب کے سب) اُن لوگوں میں سے تھے
جن کو ہم نے ہدایت بھی بخشی اور (کارِ ہدایت
کے لئے) چُن لیا۔ جب اُن کے سامنے خدائے
رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ روتے
اور گڑگڑاتے ہوئے سجدوں میں گر گر پڑتے
تھے ۝۵۸ (سجدہ کیجئے)
پھر اُن کے بعد اُن کی جگہ ایسے ناخلف
لوگ آئے جنھوں نے نماز کو برباد کیا[1] اور
اپنے نفس کی (بُری) خواہشوں کے پیچھے پیچھے
چلتے رہے[2]۔ تو یہ عنقریب اپنی گمراہی کا انجام
بُھگتیں گے ۝۵۹ سِوا اُس کے جو توبہ کرلے اور
اَبدی حقیقتوں کو مانتے ہوئے نیک کام کرے
تو وہ لوگ جنّت کے سرسبز و شاداب گھنے

إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْرَٰٓءِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَٱجْتَبَيْنَآ ۚ إِذَا
تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُ ٱلرَّحْمَٰنِ خَرُّوا۟ سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ۝۵۸
فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُوا۟
ٱلشَّهَوَٰتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝۵۹
إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُو۟لَٰٓئِكَ

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ یہاں نماز کے ضائع کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اس کے اوقات سے بہت دیر کر کے اور ہٹا کے پڑھا جائے (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۵ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

نیز امام صادقؑ نے فرمایا "تھوڑی سی دیر سویر کرنے میں تم کو اتنا نقصان نہ پہنچے گا جتنا زیادہ دیر کرنے میں جسے یہاں نماز کا ضائع کرنا فرمایا گیا ہے۔" (کافی)۔

***

[2] جب نماز کو ضائع کیا جائے گا تو اللہ سے تعلق کمزور ہوتا چلا جائے گا اور خدا کی یاد سے غفلت بڑھتی چلی جائے گی نتیجہ یہ ہوگا کہ مخالف قوت یعنی خواہشات نفس خدا کی جگہ لے لیں گی پھر زندگی کا حاصل خواہشات نفس کی بندگی اور خدمت رہ جائے گا۔ یہاں تک کہ ایسے لوگوں کی زندگی کا ہر گوشہ، اخلاق و معاملات کا ہر سرا، احکام کے بجائے خواہشات نفس کا پابند ہو جائے گا۔ (تفہیم)

***

www.drhasanrizvi.org

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾
جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ
اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾
لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا
بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾
تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ

باغوں میں داخل ہوں گے اور اُن کے ساتھ ذرا سی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی ﴿٦٠﴾ اُن کے لئے ہمیشہ رہنے والے جنّت کے سرسبز و شاداب گھنے باغات ہیں، جن کا وعدہ خدائے رحمان نے اَپنے بندوں سے غائبانہ طور پر[1] کر رکھّا ہے۔ اور وہ وعدہ یقیناً سامنے آنے والا اور پُورا ہو کر رہنے والا ہے ﴿٦١﴾ وہاں وہ کوئی گندی، ناخوشگوار، مہمل اور بے ہُودہ بات نہ سُنیں گے، سِوا سلام و دعا اور تعریفوں کے۔ وہاں اُن کو اُن کی مقرّرہ روزی صبح و شام[2] مسلسل مِلتی رہے گی ﴿٦٢﴾ یہ ہے وہ جنّت کا گھنا، سرسبز و شاداب باغ، جس کا مالک اور وارث[3] ہم اَپنے بندوں میں سے اُس بندہ

---

[1] "غیب" کے معنی ان دیکھی جنت کو ماننا بھی ہے اور یہ بھی کہ خدا کا یہ وعدہ جنت بھی براہ راست خدا سے نہیں سنا بلکہ اس کے رسولؐ سے سنا اور یقین کر لیا۔ یہی ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے اور جنت اسی ایمان کا صلہ ہے اور عدن یعنی لازوال اور پائیدار جنت جو فانی نہیں۔ ہمیشہ باقی اور تازہ بتازہ نو بہ نو رہنے والے باغات ہیں

***

[2] صبح شام یا دن رات سے محاورہ میں مراد دوام یعنی ہمیشہ باقی رہنا ہوتا ہے صرف سورج کا طلوع و غروب مراد نہیں عربی محاورہ میں بھی یہی معنی ہیں اور سیاق و سباق کے لحاظ سے اس کے سوا اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ جنت میں اندھیرا ہوگا ہی کہاں جس سے یہ عام صبح و شام یا رات دن کا تصور بھی آسکے (کشاف)

***

[3] حضرت امام زین العابدینؑ کی روایت کے مطابق اس امت میں ان الفاظ کے اولین اور حقیقی مصداق محمدؐ و آل محمدؑ ہیں (مجمع البیان)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

تَقِيًّا ﴿٦٣﴾
وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا
خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾
رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ

کو بنائیں گے جو اللہ سے ڈرنے والا' متقی' پرہیزگار (یعنی) اِحساسِ بندگی کے ساتھ' اللہ کے مقرّر کئے ہوئے فرائض کو اَدا کرنے والا ہوگا' اور گُناہوں سے بچ کر رہنے والا ہوگا ﴿٦٣﴾

ہم (فرشتے) آپؐ کے پالنے والے مالک کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے (کیونکہ) اُسی کے قبضہ میں ہے جو کچھ کہ ہمارے آگے ہے' اور جو کچھ کہ ہمارے پیچھے ہے' اور جو کچھ اُس کے درمیان ہے۔ (غرض ہر چیز کا مالک وہی ہے) اور (وہ) تمھارا پالنے والا مالک (کسی بھی چیز کو) بھُولنے والا نہیں[1] ﴿٦٤﴾ وہ زمین اور آسمانوں کا مالک ہے' اور اُن تمام چیزوں کا بھی' جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں۔ پس آپؐ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

اہل لطائف و اشارات نے لکھا کہ آیت میں "جنت کا وارث بنانے" سے یہ معلوم ہوا کہ جنت کا ملنا خدا کا خالص انعام اور فضل و کرم ہے کیونکہ میراث کے لئے صرف صحت نسب کی شرط ہوتی ہے اسی طرح جنت کی وراثت کے لئے صحت ایمان کی شرط ہے (حسن بصری)

***

[1] حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ کو خدا کے پیغامات کے ملنے کا شوق اس قدر تھا کہ آپؐ نے جبرئیل سے پوچھا کہ "تم زیادہ کیوں نہیں آتے ؟" تو جبرئیلؑ نے جو جواب دیا وہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔

خود آیت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ آیات کافی عرصہ وحی نہ آنے کے بعد آئیں وحی کے دیر میں آنے کے سبب اضطراب بڑھتا گیا۔ اس عالم میں جبرئیل فرشتوں کے جھرمٹ میں تشریف لائے۔ پہلے فرمان سنایا پھر اپنے دیر سے آنے کی معذرت فرمائی۔ پھر اللہ کی طرف سے تسلی کا پیغام دیا اور صبر و ضبط کی تعلیم دی۔ (تفہیم)

***

www.drhasanrizvi.org

وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾

اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ

اُسی کی بندگی (عبادت یا کامل اِطاعت) کیجئے
اور اُس کی بندگی اور اِطاعت کے لئے (ہر قسم
کی) مُشکلات کو برداشت کیجئے۔[1] کیا تمھارے
عِلم میں کوئی اَیسی ہَستی ہے جو اُس کے ہم پایہ،
ہم نام یا ہم صفت ہو؟[2] ﴿٦٥﴾ ع ٥

اور اِنسان کہتا ہے کہ کیا واقعی جب میں
مَر جاؤں گا تو پھر (ہمیشہ کے لئے) زِندہ کر کے
باہر نکال لایا جاؤں گا؟ ﴿٦٦﴾ کیا اِنسان کو یاد
نہیں آتا کہ ہم نے اُس کو اِس سے پہلے (اُس
وقت) پیدا کیا تھا جب وہ کوئی چیز نہ تھا[3] ﴿٦٧﴾
تو قسم ہے تیرے پالنے والے مالک کی کہ ہم
لازمی طور پر اُن سَب کو اور (اُن کے)
شیطانوں کو گھیر گھیر کر لائیں گے۔ پھر

---

[1] مطلب یہ ہے کہ آپ وحی کے دیر سے آنے کی وجہ سے گھبرایئے نہیں اور کافروں کے مذاق اڑانے کی کوئی پرواہ نہ کیجئے (بیضاوی)

کیونکہ کتوں کا کام بھونکتے رہنا ہوتا ہے مگر قافلے ان کے بھونکنے کی وجہ سے رکا نہیں کرتے۔

عرفاء نے لکھا کہ اس آیت میں مجاہدات کی طرف اشارہ ہے اور صبر و ثبات کی تعلیم ہے (تھانوی) ***

[2] آیت کے آخری حصہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جس طرح خدا کی ذات میں کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں کیونکہ ہم نام کے معنی ہم صفات ہیں (ابن جریر ابن عباسؓ)

***

[3] یعنی جب ہم تجھے عدم محض سے نکال کر دائرہ وجود میں لا سکتے ہیں تو قبر سے نکال کر دوسری زندگی دے دینا تو ہمارے لئے کہیں زیادہ آسان ہے۔ اس میں رد ہے ان فلاسفہ معقولین کے اس نامعقول استدلال کا کہ خلقت انسانی صرف ایک طویل حیاتیاتی ارتقاء کا نتیجہ ہے اور اس کا انجام فنا کے سوا کچھ نہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

اُن کو جہنّم کے چاروں طرف لا کر گھُٹنوں کے بَل
گِرا دیں گے (یا) پھر اُنھیں جہنّم کے چاروں طرف
گھُٹنوں کے بَل گِرتی ہوئی شکل میں حَاضر
کریں گے[1] ۶۸ پھر ہر گروہ میں سے ہر اُس شخص
کو جو خدائے رحمان کے مقابلہ میں زیادہ سرکشی
کرنے والا تھا (یعنی ہر باغی گروہ کے لیڈر کو)
الگ کر دیں گے ۶۹ (کیونکہ) ہم خوُب اَچھّی طرح
جانتے ہیں کہ اُن میں سے کون جہنّم میں جھونکے
جانے کا سب سے زیادہ مُستحق ہے ۷۰ تم میں
سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو جہنّم پر وارد نہ
ہو[2] - یہ تمھارے پالنے والے مالک کا یقینی
طور پر طے شدہ فیصلہ ہے، جسے پورا کرنا لازمی
طور پر تمھارے مالک کی ذمّہ داری ہے ۷۱ پھر

حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۶۸
ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى
الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ۶۹
ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ۷۰
وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا
مَقْضِيًّا ۷۱

---

[1] گھٹنوں کے بل گرنا اس جگہ پر بولا جاتا ہے جہاں کوئی شخص بوجھ کی شدت سے سیدھا کھڑا نہ رہ سکے۔ یہاں گناہوں کا بوجھ وبال جان ہوگا۔

* * *

[2] یعنی دوزخ سے گزرنا تو سب کو پڑے گا مگر مومنین کو خدا جہنم کی تکلیف سے امن میں رکھے گا جس طرح کہ ملائکہ عذاب کو جہنم سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی

لیکن بعض مفسرین نے اس آیت کو صرف کفار کے لئے قرار دیا ہے کیونکہ اس آیت سے پہلے کفار کا ہی ذکر چل رہا ہے (معالم، تفسیر کبیر، بیضاوی)

حضور اکرمؐ نے فرمایا "سارے آدمی جہنم پر وارد ہوں گے پھر اپنے اپنے اعمال کے مطابق اس پر سے گزر جائیں گے اول درجے کے لوگ تو اس طرح گزریں گے جیسے بجلی چمک گئی، دوسرے درجے کے لوگ ایسے گزریں گے جیسے ہوا کا جھونکا گزر گیا۔ تیسرے درجے کے ایسے گزریں گے جیسے کوئی سواری گزرتی ہے اور اس سے کم درجے کے لوگ ایسے گزریں گے جیسے اونٹ جو لدا ہوا ہو۔ اور سب سے کم درجے والے ایسے گزریں گے جیسے پیدل چلنے والے گزرتے ہیں (تفسیر مجمع البیان)

* * *

www.drhasanrizvi.org

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾

ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو مُتّقی (یعنی) خدا سے ڈرتے ہوئے اِحساسِ بندگی کے ساتھ فرائضِ اِلٰہیہ کے اَدا کرنے والے اور بُرائیوں سے بچتے رہنے والے تھے۔ اور ظالموں کو اُسی جہنّم میں گھٹنوں کے بَل گِرا ہوا چھوڑ دیں گے ﴿٧٢﴾

اور جب اُن لوگوں کے سامنے ہماری واضح اور کھُلی ہوئی آیتیں پڑھی جاتی ہیں، تو حق کے اِنکاری' اُن لوگوں سے کہتے ہیں جو اَبدی حقیقتوں کو مانتے ہیں کہ "بتاؤ ہم دونوں گروہوں میں اَچھّے مکان'، اعلیٰ مقام اور رونقِ محفل کے اعتبار سے کون بہتر ہے؟ (یعنی) کِس کا گھر زیادہ بلند اور اعلیٰ ہے؟ اور کس کی محفلیں زیادہ شاندار اور پُر رَونق ہیںؔ؟" ﴿٧٣﴾ حالانکہ اِن

؎ کافروں کا استدلال یہ تھا کہ دیکھ لو دنیا میں کون نوازا جارہا ہے؟ کس کے بنگلے زیادہ شاندار ہیں؟ کس کا معیار زندگی زیادہ بلند ہے؟ کس کی محفلیں زیادہ ٹھاٹھ باٹھ والی ہیں؟ اگر اس اعتبار سے ہم بہتر ہیں تو یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم باطل پر رہ کر یوں مزے لوٹتے اور تم حق پر رہ کر اتنے غریب اور مفلس رہتے؟ (تفہیم)

آج بھی بہت سے مسلمان کافروں مشرکوں کی مادی ترقی کو دیکھ کر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ان کی ترقیاں دیکھو، ان کی دولت، حشمت شان و شوکت حکومت عظمت دیکھو اور انہیں کے طور طریقے اختیار کرو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے نزدیک انسان کی عظمت کا معیار صرف مادی ترقی ہوتی ہے۔ مگر وہ احمق یہ راز نہ سمجھ سکے کہ دنیا دار امتحان ہے یہ تمام اسباب و وسائل فقط ذریعہ امتحان ہیں کامیابی کا معیار نہیں۔ کامیابی کا معیار علم و عمل پر منحصر ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا
وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾
قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ
مَدًّا ۚ حَتّٰى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ
اِمَّا السَّاعَةَ ۗ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ
اَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾

سے پہلے کتنی ہی ایسی قوموں اور نسلوں کا ہم تیا پانچا کر چکے ہیں، جو ان سے بھی کہیں زیادہ اچھے ساز و سامان اور ظاہری شان و شوکت کی مالک تھیں[۱] ﴿۷۴﴾ ان سے کہہ دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے، اُسے سب کو فیض پہنچانے والا خدائے رحمان خوب ڈھیل پر ڈھیل دیا کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ عطا فرماتا ہے۔[۲] یہاں تک کہ جب ایسے لوگ وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے، خواہ وہ (دنیا کا) عذاب ہو، یا قیامت کی گھڑی ہو، تب انھیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا خانہ خراب اور گھر برباد ہے، اور کس کے لشکر اور حمایتی بے حد کمزور ہیں ﴿۷۵﴾ (اس کے

---

[۱] کافر ذہنیت یہی ہے کہ بس یہی دنیا سب کچھ ہے جس کے پاس دنیا کا سامان زیادہ ہے وہی جیتا ہوا ہے (مجمع البیان) جب کہ آخرت کا تصور دنیا کے غیر ضروری ساز و سامان کو بے معنی بنا دیتا ہے۔ قرآن نے بار بار بتایا کہ پچھلی قوموں کے پاس ساز و سامان تو بہت کافی تھا پھر دیکھ لو کہ ان کا حشر کیا ہوا۔ (فصل الخطاب)

***

[۲] اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ "جو شخص گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے اسے خدائے رحمان ڈھیل پر ڈھیل دیا کرتا ہے یہ خدا کا وہ زبردست قانون استدراج ہے جس کے نہ سمجھنے کے سبب کروڑوں افراد و اقوام تباہ و برباد ہو چکے ہیں اصل فلسفہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی امتحان گاہ ہے۔ اور امتحان کے لئے مہلت اور امتحانی پرچہ ضروری ہے۔ اسی لئے خدا گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا بلکہ ڈھیل بھی دیتا ہے اور نعمتوں کی فراوانی بھی تاکہ لوگ نعمتوں کی طرف متوجہ ہو کر خدا کے سامنے جھکیں۔ مگر بے عقل اسی کو اپنی کامیابی سمجھ بیٹھتے ہیں اور برباد ہو جاتے ہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

برعکس) جنھوں نے (ہماری) ہدایت کو حاصل کیا تو اللہ اُن کی ہدایت اور راست رَوی میں مزید ترقّی عطا فرماتا ہے[1]۔ اور باقی رہنے والی نیکیاں اور اَچھّے کام، ہی تیرے پالنے والے مالک کے نزدیک جزا، اور انجام کے لحاظ سے (دُنیوی سازو سامان اور شان و شوکت) سے کہیں بہتر ہیں[2] ﴿۷۶﴾

کیا آپؐ نے اُس شخص کو دیکھا جس نے ہماری باتوں، نشانیوں اور دلیلوں کا اِنکار کیا اور اُس نے کہا کہ "مجھے مال اور اَولاد کی نعمت تو ضرور مل جائے گی" ﴿۷۷﴾ کیا اُسے غیب کی چھُپی ہوئی باتوں کا علم ہوگیا ہے؟ یا اُس نے خدائے رحمان سے کوئی عہد لے

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا ﴿٧٦﴾

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٧٧﴾

أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾

---

[1] آیت کے الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ پہلے اپنے اختیار اور کوشش سے ہدایت حاصل کی۔ جس کے صلہ میں خدا کی توفیقات ان کے شامل حال ہو گئیں (تبیان)

***

[2] جنت کی نعمتوں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ اول تو وہ نعمتیں نہایت اعلیٰ وارفع ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ہمیشہ باقی رہنے والی اور غیر منقطع بھی ہیں۔ گویا کیفیت اور کمیت دونوں لحاظ سے لاجواب اور بے مثال۔ عرفاء نے نتیجے نکالے کہ یہاں خدا کا کوئی حد نہ لگانا بتاتا ہے کہ باطنی اور معنوی ترقی کی کوئی حد و انتہا نہیں (۲) لمان کے مرتبے الگ الگ ہوتے ہیں جس طرح اصل مقصود غیر منتہی ہے اس لئے مقصود و منزل بھی غیر منتہی ہے (۳) ہر سالک کے لئے ھادی کا ہونا ضروری ہے (۴) اعمال صالحہ کا ثواب دائمی اور اجر غیر منقطع ہوتا ہے (۵) انسان کی تمام حقیقی ترقیاں اس کی کوششوں سے شروع ہوتی ہیں (تفسیر کبیر امام رازی)۔

***

رکھا ہے؟[1] ۷۸ ہرگز اَیسا نہیں ۔ (البتّہ) جو
کچھ وہ بکتا ہے ہم اُسے لِکھ لیں گے اور اُس
کی سزا میں پُورے طور پر خُوب اَچھّی طرح
سے اِضافے پر اِضافہ کریں گے ۷۹ اور جس
(سازو سامان اور لاؤ لشکر) کا یہ ذکر کر رہا
ہے اُس کے ہم ہی تو وارث اور آخری مالک
ہوں گے ۔ رہا یہ، تو یہ (کسی دُنیوی سازوسامان
یا لاؤلشکر کے بغیر) اکیلا ہمارے سامنے حاضر
ہوگا ۸۰ (اصل میں) اِن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ
کر اَپنے اَپنے بہت سے خدا بنا رکھے ہیں، تاکہ
وہ اُن کی قوّت، عزّت اور شان وشوکت کا
باعث ہوں ۸۱ مگر اَیسا ہرگز نہ ہوگا۔ (بلکہ) وہ
سَب (جھُوٹے خدا خود) اُن کی پوجا پاٹ اور

كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝٧٩
وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ۝٨٠
وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ
عِزًّا ۝٨١
كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ

---

[1] کافر ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ اگر موت کے بعد دوسری زندگی ہے بھی تو اس میں بھی میں مال اور اولاد میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ پاؤں گا (جلالین) اگر پھر جیئوں گا تو یہی مال اور اولاد وہاں بھی ملے گی (موضح القرآن)۔ اس احمقانہ شیخ چلی فکر کو بری طرح رد کیا گیا ہے۔

دوسرے معنی یہ بھی لکھے گئے ہیں کہ ابدی حقیقتوں کے منکروں کا خیال یہ ہے کہ ان چیزوں پر ایمان لاکر کیا کروں گا مجھے تو بس مال اور اولاد چاہیئے تھے وہ مل گئے۔ اس لئے میرے لئے تو یہ ساری ابدی ذہنی حقیقتیں بے معنی اور لاحاصل ہیں۔ خدا کا آخر میں یہ فرمانا کہ "آخر کار ان سب چیزوں کے تو ہم ہی مالک ہوں گے" اس تشریح سے زیادہ قریب ہے۔ (مجمع البیان)۔

***

www.drhasanrizvi.org

بندگی[1] سے اِنکاری ہو جائیں گے۔ بلکہ اُلٹے اُن کے مخالف بن جائیں گے ۸۲ (جن پہ تکیہ تھا وہی پتّے ہوا دینے لگے)

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ ہم نے حق کے مُنکروں پر شیاطین چھوڑ رکھّے ہیں، جو انھیں (حق کے خلاف) خُوب خُوب اُکساتے، اُبھارتے بھڑکاتے اور حرکت میں لاتے رہتے ہیں[2]؟ ۸۳

تو تم (اُن کی سزا میں) جلدی نہ کرو[3]، ہم خود اُن کی حرکتیں شمار کر رہے ہیں (یا) ہم گِن گِن کر اُن کے دِن پُورے کر رہے ہیں (یا) ہم خود اُن کے دِن گِن رہے ہیں ۸۴ پھر قیامت کے دِن ہم، احساسِ بندگی کے ساتھ بُرائی سے بچتے ہوئے، ہمارے فرائض کو اَدا کرنے والے

ع ۵ / ۸

ضِدًّا ۸۲

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۸۳

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۸۴

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۸۵

---

[1] امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ یہاں عبادت یا بندگی سے رکوع و سجود مراد نہیں۔ بلکہ لوگوں کی اطاعت کرنا مراد ہے۔ پس جس شخص نے خدا کی نافرمانی کے کاموں میں کسی بندے کی اطاعت کی تو اس نے اس کی عبادت کی اور اس کو اپنا معبود (خدا) بنا لیا۔ (تفسیر صافی ۳۱۶ بحوالہ تفسیر قمی)

***

[2] محققین نے نتیجہ نکالا کہ شیطانی قوتیں انسان کو صرف ترغیب دے سکتی ہیں۔ بدی پر مجبور نہیں کر سکتیں۔ اب یہ ہر آدمی کا اپنا اختیار ہے کہ وہ عقل سلیم سے کام لے کر اپنے دشمن سے خود کو بچالے اور یہی اس کا امتحان ہے۔

***

[3] حضور اکرمؐ کا کافروں کے لئے جلد عذاب چاہنا شاید اس لئے تھا کہ ان کا کفر دوسروں کو گمراہ نہ کر دے۔ اس لئے ایسی جلدی کرنا شانِ رحمت کے منافی نہیں۔ (تھانوی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

'متّقین' کو خدائے رحمان کی طرف اِکٹّھا کر کے
مہمانوں کی طرح سواریوں پر لائیں گے (۸۵) اور
اِن مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح ہانک
ہانک کر جہنّم کی طرف لے جائیں گے (۸۶) انھیں
(کِسی کی) سفارش کرنے کا کوئی اِختیار نہ ہوگا'
سِوائے اُس کے جِسے خدائے رحمان کی طرف
سے یہ عُہدہ حاصل ہو چکا ہو[1] (۸۷)
وہ کہتے ہیں کہ "خدائے رحمان نے کسی کو
اَپنا بیٹا بنا لیا ہے" (۸۸) ارے یہ تم کیسی بُری
اور بے ہودہ بات گھڑ لائے ہو (۸۹) قریب ہے
کہ اِس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق
ہو جائے' اور پہاڑ کانپتے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے
ہو کر زمین پر گِر گِر پڑیں (۹۰) اِس بات پر کہ

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا (۸۶)
لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ
الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا (۸۷)
وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا (۸۸)
لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا (۸۹)
تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ
تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۰)

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جس شخص نے حضرت علیؑ کی ولایت اور ان ائمہ طاہرینؑ کی ولایت (سرپرستی یا امامت) کو مان لیا جو حضرت علیؑ کے بعد ہوں گے، تو اس نے خدا کا قرب حاصل کر لیا۔ خدا سے عہد لینے کے یہی حقیقی معنی ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۷ بحوالہ کافی)۔

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ عام طور پر لوگوں کی نہ تو شفاعت کی جائے گی اور نہ عام لوگ وہاں پر کسی کی شفاعت کر سکیں گے صرف وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے جس کے لئے اس آیت میں استثنیٰ کیا گیا ہے۔ ان کو حضرت علیؑ اور دوسرے آئمہ طاہرینؑ کی ولایت میں آنے کے سبب اذن شفاعت مل جائے گا۔ خدا سے عہد لینے کے یہی معنی ہیں (تفسیر قمی)

محققین نے لکھا کہ قرآن نے جہاں کہیں بھی شفاعت کی نفی کی ہے وہاں اس قسم کا استثنیٰ بھی رکھا ہے تاکہ یہ بات یاد رہے کہ کچھ اللہ کی پسندیدہ ایسی ہستیاں ضرور ہیں جن کو خدا نے شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

* * *

www.drhasanrizvi.org

اُنھوں نے خدائے رحمان کے لئے بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا ہے ﴿۹۱﴾ حالانکہ یہ (بات کسی طرح بھی) خدائے رحمان کے شایانِ شان (یا) اُس کی شان کے مناسب نہیں کہ وہ کِسی کو اَپنا بیٹا بنائے ﴿۹۲﴾ (کیونکہ) زمین اور آسمانوں کے اندر کوئی چیز نہیں، مگر یہ کہ اُسے خدائے رحمان کی بارگاہ میں ایک غلام کی حیثیت میں حاضر ہونا ہے[۱] ﴿۹۳﴾ (کیونکہ) وہ سب کو گھیر کر احاطہ کئے ہوئے ہے اور اُس نے اُن کو خُوب اَچھّی طرح سے گِن رکھا ہے (یا) اُن کا خُوب اَچھّی طرح سے جائزہ لے رکھّا ہے ﴿۹۴﴾ اور وہ سب کے سب قیامت کے دِن اُس کی بارگاہ میں فرداً فرداً بالکل اکیلے حاضر ہوں گے ﴿۹۵﴾

اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

---

[۱] اللہ اور ساری مخلوقات کے درمیان جو صحیح تعلق ہے وہ صرف ایک ہی ہے یعنی عبد و معبود کا تعلق۔ مقبول سے مقبول انسان بھی خدا کا عبد ہوتا ہے۔ ساری کائنات اس کی عبد ہے۔ آیت میں لفظ رحمان کے استعمال نے مسیحی فلسفہ کو بالکل رد کر دیا ہے۔ مسیحی فلسفہ یہ ہے کہ لوگوں کے گناہ دیکھ کر خدا بندوں سے روٹھ گیا ہے۔ اب اس کی صفت عدل کا تقاضہ یہ ہوا کہ سب کے سب کو جہنم میں جھونک دے، لیکن اس کا رحم و کرم اس پر آمادہ نہ ہوا، لوگوں کو بچانے کی تدبیر اس نے یہ کی کہ حضرت عیسیٰؑ کے قالب میں ظاہر ہو کر دنیا میں آیا یا ان کو اپنا بیٹا بنا کر ساری مخلوق کے گناہوں کا بوجھ ان پر ڈال کر ان کو سولی پر چڑھوا دیا اور اس طرح سب کے گناہوں کا کفارہ کر دیا (معاذ اللہ) گویا بلا معاوضہ کے یا بلا کفارہ کے خدا لوگوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ قرآن نے اس سارے فلسفہ کو ایک لفظ رحمان سے رد کر دیا یعنی خدا ان تمام کفاروں اور معاوضوں کا محتاج نہیں۔ وہ اپنی صفت رحمت سے سب کے گناہ معاف کر سکتا ہے (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾
فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾
وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ

(مگر) یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے ابدی حقیقتوں کو مانا اور (اُس کے نتیجہ میں) اچھے اچھے کام کئے، تو عنقریب خدائے رحمان اُن کے لئے (لوگوں کے دِلوں میں) محبّت پیدا کردے گا[۱] ﴿۹۶﴾ اور ہم نے اِس (قرآن) کو آپؐ کی زبان کے ذریعہ اِس لئے آسان بنا دیا ہے تاکہ آپؐ "متقین" یعنی اِحساسِ بندگی کے ساتھ بُرائی سے بچتے ہوئے فرائضِ الٰہیہ کے اَدا کرنے والوں کو (حقیقی کامیابی کی) خوش خبری سُنائیں اور ضِدّی، حق دشمن اور ہٹ دھرم لوگوں کو (اُن کے اَبدی بُرے انجام) سے ڈرائیں ﴿۹۷﴾ (کیونکہ) اِن سے پہلے ہم کِتنی ہی قوموں اور نسلوں کو ہلاک و برباد کرچکے ہیں - پھر آج تم کہیں بھی اُن کا کوئی نام ونِشان،

[۱] یعنی خدا فطری طور پر ایسے نیک بندوں کے لئے لوگوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا- (شاہ ولی اللہ) یا ان سے محبت کرنے کا حکم نافذ کر دے گا (فصل الخطاب)

قرآن کی دوسری آیت اس کی تائید کرتی ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کے لئے خدا سے دعا فرمائی تھی کہ "کچھ انسانوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے"

اس امت میں اس آیت کے اولین اور حقیقی مصداق متفق علیہ حدیثوں اور آیہ مؤدت کے سبب محمدؐ وآل محمدؐ ہیں جن کی محبت اجر رسالت اور فریضہ ایمانی قرار دی گئی- خدا نے فرمایا کہ "اے رسول کہہ دو کہ میں تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا سوا اس کے میرے قرابتداروں سے محبت و مؤدت کی جائے (آیۂ مودت، سورہ شوریٰ)-

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "کوئی مومن ہو ہی نہیں سکتا مگر یہ کہ اس کے دل میں علیؑ کی محبت ضرور ہوگی" (تبیان)

***

www.drhasanrizvi.org

یا اُن میں سے کسی ایک کی بھی کوئی ہلکی سی
آواز یا بھنک تک سُنتے یا محسُوس کرتے ہو؟ (۹۸) ع

(تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں)

آیات ۱۳۵ سورۂ طٰہٰ مکّی رکوعات ۸

(طٰہٰ، رسولِ خدا، ہادیٔ برحق والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو
سب کو فیض پہنچانے والا اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○

طا۔ ہا [۱] (۱) ہم نے آپؐ پر یہ قرآن اِس
لئے نہیں اُتارا ہے کہ آپؐ مصیبت میں پڑ
جائیں [۲] (۲) یہ تو ایک نصیحت، خیر خواہی اور
یاددہانی ہے ہر اُس شخص کے لئے جو (اپنی تباہی
اور بُرے انجام) سے ڈرے [۳] (۳) (یہ قرآن) نازل

اَوْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

اٰيَاتُهَا ۱۳۵ (۲۰) سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعَاتُهَا ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ﴿١﴾

مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿٢﴾

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٣﴾

ف۱ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "طہٰ" رسول اللہؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کے معنی ہیں "طالبِ حق" اور ہادیؐ کی برحق،۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۸ بحوالہ معانی الاخبار)

"طہٰ" کے معنی طیب اور طاہر کے بھی لکھے گئے ہیں۔ (سعید ابن جبیر) یہ خدا کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے (ابن عباسؓ)

***

ف۲ اس آیت کی شان نزول یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس آیت کے اترنے سے پہلے حضور اکرمؐ پنجوں کے بل کھڑے ہو کر بڑی مشقت کے ساتھ عبادت فرماتے تھے پائے مبارک سوج سوج جاتے تھے۔ اس لئے خدا نے اس قدر مشقت اٹھانے سے روکا۔ (جلالین، تفسیر صافی صفحہ ۳۱۸ بحوالہ تفسیر قمی)

***

ف۳ قرآن کا مقصد تو سب کی بھلائی ہے مگر فائدہ صرف انہیں کو پہنچے گا جن کے دل میں خدا کا خوف ہوگا۔

***

www.drhasanrizvi.org

کیا گیا ہے اُس ذات کی طرف سے جس نے
زمین اور بلند و بالا آسمانوں کو پیدا کیا ہے ④
جو سب کو فیض پہنچانے والا ہے اور حکومت فرما
رہا ہے اور اُس کا عرش پر اِقتدار قائم ہے (یا)
جو (کائنات کے) تخت سلطنت پر حکمران ہے[1] ⑤
(کیونکہ) وہ ہر اُس چیز کا مالک ہے جو کچھ کہ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے،
اور جو کچھ بھی اُن دونوں کے درمیان ہے، اور
جو کچھ کہ زمین کے نیچے ہے ⑥ تم چاہے اپنی بات
زور زور سے کہو، وہ تو چُپکے سے کہی ہوئی بات
کو، بلکہ اُس سے بھی کہیں زیادہ چھُپی ہوئی بات
(یعنی نیّتوں، دِلوں کے اِرادوں، رازوں اور
پُکار) تک کو خوُب جانتا ہے[2] ⑦ وہ اللہ ہے

تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ④
اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ⑤
لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا وَ
مَا تَحۡتَ الثَّرٰی ⑥
وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ یَعۡلَمُ السِّرَّ وَ
اَخۡفٰی ⑦

---

[1] حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ (استویٰ) کے معنی ہیں کہ خدا کی سلطنت اور قدرت ہر ہر چیز پر مساوی طور پر غالب ہے (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۸ بحوالہ التوحید)۔

بہرحال اگر استویٰ کے عام معنی بھی لئے جائیں کہ وہ عرش پر قائم ہے تو بھی اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عرش پر اس طرح قائم ہے کہ جو اس کی ذات لامکاں کے لئے شایان شان ہے (جلالین) جس سے جسمانیت کا تصور بھی نہ آئے کیونکہ وہ جسم و جسمانیات سے قطعاً بری ہے (تبیان)۔

غرض استواء سے مراد اقتدار و اختیار ہے (تفسیر کبیر امام رازی)۔

***

[2] "چپکے کی بات" سے بھی زیادہ چھپی ہوئی بات دل ہی دل میں خدا کو یاد کرنا ہے۔ یا اس کی خوشی یا اس کے اجر کی نیت سے کوئی اچھا کام کرنا ہے۔ خدا ان سب باتوں سے خوب واقف ہے۔ (جلالین) اس لئے اس کو چیخ چیخ کر پکارنے کی کیا ضرورت ہے؟ (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

کہ اُس کے سِوا کوئی خدا نہیں، سارے کے سارے بہترین اور اچھے نام (و صفات) اُسی کے لئے ہیں ⑧

اور کیا آپؐ تک موسیٰؑ کے واقعہ کی خبر پہنچی ہے؟ ⑨ جب اُنھوں نے ایک آگ دیکھی، تو اَپنے بال بچّوں سے کہا کہ: "ذرا ٹھہرو۔ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ شاید کہ میں تمھارے لئے اُس میں سے کچھ آگ یا اَنگارے لے آؤںؔ[1] یا اُس آگ پر کوئی رہنمائی حاصل کروں" ⑩ تو جب وہ اُس آگ کے پاس گئے تو اُنھیں آواز دی گئی: "اَے مُوسیٰؑ! ⑪ میں تمھارا پالنے والا مالک ہوں۔ تم اَپنی جُوتیاں اُتار دو[2]۔ حقیقتاً تم 'طویٰ' کی مُقدّس اور محترم وادی میں ہو ⑫

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑨

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا

لَّعَلِّىْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ⑩

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِىَ يٰمُوْسٰى ⑪

اِنِّىْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

طُوًى ⑫

---

[1] اہل لطائف و اشارات کہتے ہیں کہ نور قدیم نار حادث کی شکل میں حضرت موسیٰؑ کے سامنے متمثّل ہوا۔ محققین نے لکھا کہ آگ کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ نے دو باتیں کیں (۱) سردی تھی اس لئے فرمایا کہ آگ لے آؤں (۲) اور راستہ بھول گئے تھے اس لئے فرمایا کہ راستہ بھی معلوم کر آؤں مگر بات پیمبری ہو گئی بقول شاعر۔

خدا کے فضل کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال
کہ جائیں آگ کو لینے پیمبری مل جائے

***

[2] حضرت امام مہدیؑ صاحب العصر نے حضرت موسیٰؑ کو جوتے اتارنے کا حکم دینے کے معنی یہ بتائے کہ "حضرت موسیٰؑ کو اپنی بیوی بچوں سے محبت تھی۔ اس کو خدا کی محبت کے مقابلے میں کم کر دینے کے لئے محاورتاً جوتے اتار دینے کا حکم دیا گیا تاکہ خدا سے مناجات کے وقت موسیٰؑ کا دل غیر اللہ کی طرف مائل نہ ہو" (تفسیر صافی صفحہ ۳۱۸ بحوالہ الاکمال)۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور میں نے تم کو چُن لیا ہے۔ تو (اِس پیغام کو) غور سے سُنو جو وحی کیا جاتا ہے[١] ⑬ حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ ہوں۔ میرے سِوا کوئی خدا نہیں۔(اِس لئے) میری ہی بندگی یا مکمّل اِطاعت کرو۔ اور میری یاد کے لئے نمازاَدا کرو ⑭ (کیونکہ) قیامت تو بہرحال لازمی طور پر آنے والی ہے۔ میں اُس کا وقت چھپائے رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر شخص اپنی کوشش کے مطابق بدلہ پائے ⑮ تو کوئی اَیسا شخص جو قیامت کو نہیں مانتا اور (نتیجتاً) اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے پڑا رہتا ہے، تم کو اُس (وقت کی فکر) سے نہ روک دے۔ ورنہ تم ہلاک و برباد ہو جاؤ گے[٢] ⑯

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ⑬
اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ⑭
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ⑮
فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ⑯

---

[١] اہل اشارات نے لکھا کہ تمہیدی گفتگو کے بعد جب حضرت موسیٰ کا قلب اس قابل ہو گیا کہ خدا کی براہ راست تجلیات کو برداشت کر سکے تو ان کو رسالت عظیم کا کام تفویض ہوا۔

***

[٢] یعنی کہیں تم کسی دشمن دین کی محبت سے متاثر ہو کر فکر آخرت اور خیالِ عاقبت سے غافل نہ ہو جانا۔ دشمنان دین کی محبت کا اثر قبول نہ کر لینا۔ ہم جیسوں کے لئے تو رونگٹے کھڑے ہونے کا مقام ہے محققین نے نتیجہ نکالا کہ تکلیفات شرعیہ ہستی کامل سے بھی ساقط نہیں ہوتیں۔ ہمہ شما کی کیا حیثیت ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ﴿١٧﴾
قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا
عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ﴿١٨﴾
قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ﴿١٩﴾
فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ﴿٢٠﴾
قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا
الْأُولَىٰ ﴿٢١﴾

اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ اَے موسیٰؑ!" ﴿۱۷﴾ موسیٰؑ نے عرض کی: "یہ میرا ڈنڈا ہے۔ میں اِس کا سہارا لیتا ہوں، اور اِسی سے اَپنی بکریوں کے لئے پتّے گِراتا ہوں۔ اور اِس میں میرے لئے اور دوسرے فائدے بھی ہیں۔ (یا) اور اِس سے میرے اور بھی بہت سے کام نکلتے ہیں" ﴿۱۸﴾ خدا نے فرمایا: "اَے موسیٰؑ! اِسے پھینک دو" ﴿۱۹﴾ موسیٰؑ نے اُسے پھینک دیا۔ تو ایک دم سے وہ ڈنڈا ایک سانپ بن گیا، جو دوڑ رہا تھا ﴿۲۰﴾ خدا نے فرمایا: "اِسے پکڑ لو۔ اور ڈرو مت۔ ہم اِسے ابھی اِس کی پہلی سیرت (حقیقت) پر پلٹا دیں گے (یا) اِسے پہلے ہی جیسا بنا دیں گے[1] ﴿۲۱﴾ اور ذرا اَپنا ہاتھ

[1] جادوگروں نے تو رسیوں اور لکڑیوں کو پارہ بھر کر سانپ کی شکل بنا دیا تھا۔ سورج کی گرمی کی وجہ سے پارہ بھری ہوئی رسیاں اور لکڑیاں اچھلنے کودنے لگیں کیونکہ پارہ بند تھا اور ان کی شکل سانپوں کی سی تھی اس لئے ہر طرف سانپ جیسی صورتیں دوڑتی دکھائی دینے لگیں مگر حضرت موسیٰؑ کے عصا میں ایسی کوئی فریب کاری نہ تھی اس لئے عصا کے لئے خدا نے صورت کا نہیں بلکہ سیرت کا لفظ استعمال فرمایا۔ کیونکہ خدا کی قدرت سے موسیٰؑ کے عصا کی صورت نہیں بلکہ سیرت (حقیقت) تک بدل گئی تھی اس لئے خدا نے فرمایا کہ موسیٰؑ تم ڈنڈا اٹھا لو ہم اس کی سیرت تک بدل دیں گے۔ جادوگر صورت بدل سکتے ہیں لیکن سیرت یا حقیقت کا بدل دینا صرف خدا کا کام ہے۔ (القرآن المبین)۔

***

وَاضۡمُمۡ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَيۡضَآءَ مِنۡ
غَيۡرِ سُوۡٓءٍ اٰيَةً اُخۡرٰىۙ ﴿۲۲﴾
لِنُرِيَكَ مِنۡ اٰيٰتِنَا الۡكُبۡرٰى ۚ ﴿۲۳﴾
اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ؒ ﴿۲۴﴾
قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِىۡ صَدۡرِىۙ ﴿۲۵﴾
وَيَسِّرۡ لِىۡۤ اَمۡرِىۙ ﴿۲۶﴾
وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِىۙ ﴿۲۷﴾
يَفۡقَهُوۡا قَوۡلِىۡ ۖ ﴿۲۸﴾
وَاجۡعَلۡ لِّىۡ وَزِيۡرًا مِّنۡ اَهۡلِىۡ ۙ ﴿۲۹﴾
هٰرُوۡنَ اَخِى ۙ ﴿۳۰﴾
اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِىۡ ۙ ﴿۳۱﴾

تو اپنی بغل میں دباؤ، چمکتا ہوا نکلے گا، بغیر
کسی تکلیف یا عیب[1] کے۔ یہ دوسرا معجزہ ہوگا ﴿۲۲﴾
تاکہ ہم تمھیں اپنی قدرت کی کچھ بڑی بڑی
نشانیاں دکھادیں ﴿۲۳﴾ اب تم فرعون کے پاس
جاؤ۔ واقعی وہ بڑا ہی سرکش ہوگیا ہے" ﴿۲۴﴾ ع
موسیٰؑ نے عرض کی: "پالنے والے مالک!
میرے سینے کو کھول دے[2] ﴿۲۵﴾ اور میرے لئے میرے
کام کو آسان کردے ﴿۲۶﴾ اور میری زبان کی گرہ
بھی کھول دے ﴿۲۷﴾ تاکہ لوگ میری بات کو
(اچھی طرح) سمجھ سکیں ﴿۲۸﴾ اور میرے لئے میرے
اپنے اہلِ خاندان میں سے ایک وزیر مقرر کردے ﴿۲۹﴾
(یعنی) ہارونؑ کو، جو میرا بھائی[3] ہے ﴿۳۰﴾ اس کے
ذریعہ سے میری کمر کو مضبوط کردے ﴿۳۱﴾ اور

ع ۱۴/۱

[1] کیونکہ جسم میں سفیدی کا نمودار ہونا ایک بیماری بھی ہوتی ہے اس لئے آیت میں کہا گیا ہے "بغیر کسی عیب کے" (تبیان، مجمع البیان)

***

[2] محققین نے نتیجہ نکالا کہ کاملین توکل کے ساتھ ساتھ دعا کی طرف بہت رجوع کرتے ہیں۔

امام راغب نے لکھا کہ قرآن میں صدر یعنی سینہ سے مراد عضو جسمانی نہیں ہوتا بلکہ علم و عقل اور انسان کے سارے قوائے باطنی مراد ہیں۔ اس لئے اس آیت کا مطلب اپنی باطنی قوتوں کی اصلاح اور تقویت کی دعا کرنا ہے۔ (امام راغب)

***

[3] عرفاء نے کہا کہ موسیٰؑ کی یہ دعا بتاتی ہے کہ کاملین بھی اسباب کے ساتھ تمسک کرتے ہیں (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾
كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾
وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾
اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾
قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾
وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾
اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾
اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ

اُسے میرے کام میں شریک کر دے[۱] ﴿۳۲﴾ تاکہ ہم
خوب تیری تسبیح کریں (یعنی) خوب اچھی طرح
سے تیری پاکی اور خوبیاں بیان کریں ﴿۳۳﴾ اور
خُوب بڑھ چڑھ کر تیرا ذِکر اور چرچا کریں ﴿۳۴﴾ یہ
حقیقت ہے کہ تُو ہمیشہ ہی سے ہمارے حالات کا
خُوب دیکھنے بھالنے والا ہے" ﴿۳۵﴾ خدا نے فرمایا "دِیا
گیا جو تُو نے مانگا، اَے موسیٰؑ! ﴿۳۶﴾ اور ہم
نے ایک مرتبہ (پہلے بھی) تم پر اِحسان کیا تھا ﴿۳۷﴾
وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمھاری ماں کو
اِشارہ کیا۔ اَیسا اِشارہ جو وحی کئے جانے کے
قابل تھا ﴿۳۸﴾ کہ اِس بچّے (موسیٰؑ) کو صندُوق
میں رکھ دو۔ اور اُس کو دریا میں ڈال دو۔
پھر دریا اُس کو ساحل پر پھینک دے گا۔ تو

---

[۱] محققین نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ نبی کا خلیفہ یا وارث خود نبی بھی معین نہیں کر سکتا۔ اگر نبی خود اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہوتا تو حضرت موسیٰؑ خدا سے ہارونؑ کے لئے دعا کیوں فرماتے۔ جب نبی خود اپنا خلیفہ معین نہیں کر سکتا تو بھلا امت خاتم النبیینؐ کا خلیفہ اپنے ناقص ووٹوں سے کیسے معین کر سکتی ہے؟ ثابت ہوا کہ نبی کا جانشین صرف خدا معین فرماتا ہے (ملخص از فصل الخطاب)۔

اسی لئے اس قسم کے الفاظ سے حضور اکرمؐ نے بھی اپنے بھائی علیؑ کو وزیر بنانے کی دعا فرمائی تھی جس کا جواب خدا نے یوں دیا تھا "کیا ہم نے آپ کے سینے کو نہیں کھولا؟ اور آپ کے اس بوجھ کو نہیں اتارا جو آپ کی پیٹھ کو توڑے دے رہا تھا؟ اور آپ کے ذکر کو بلند نہیں کیا؟ یقیناً مشکلوں کے ساتھ ہی آسانی ہوتی ہے" (معلوم ہوا کہ رسولؐ کی مشکل کو خدا نے علیؑ کے ذریعہ حل فرمایا)۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا "اے علیؑ! تمہارا مقام میرے نزدیک بالکل وہی ہے جو موسیٰؑ کے ہاں ہارونؑ کا مقام تھا۔ (بخاری شریف، باب فضائل علیؑ)۔

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَ

اُسے میرا اور اِس بچّے کا دُشمن اُٹھالے گا۔ اور میں نے (تم میں) تمھارے لئے اپنی طرف سے محبّت (کا اثر) پیدا کر دیا (یعنی جو تم کو دیکھتا، تم سے محبّت کرنے لگتا) تاکہ تم خاص میری نگرانی میں پالے جاؤ[1] ﴿۳۹﴾ جب تمھاری بہن چل رہی تھی اور پھر اُس نے (وہاں جاکر) کہا: "میں تم کو اُس کا پتہ بتا دُوں جو اِس بچّے کی (اچھّی طرح سے) پرورش کر سکے؟" اِس طرح ہم نے پھر تمھیں تمھاری ہی ماں کے پاس لوٹا دیا۔ تاکہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں[2]، اور وہ رنجیدہ نہ ہوں۔ پھر تم نے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ تو ہم نے تم کو اُس غم سے بھی نجات دی[3]۔ پھر تمھارا پُورے پُورے طور پر اِمتحان لیا (یا) تمھیں

[1] حضرت موسیٰؑ کے بارے میں قدیم تذکروں میں بھی لکھا ہے کہ بڑے حسین وجمیل تھے۔ توریت انجیل میں ہے "اس نے اسے خوبصورت دیکھ کر تین مہینے تک چھپائے رکھا (خروج ۲:۲۳) موسیٰؑ پیدا ہوا جو نہایت خوبصورت تھا (اعمال ۷:۲)

***

[2] موسیٰؑ کی ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی خاطر خدا کیا کیا انتظامات فرما رہا ہے۔ جب موسیٰؑ کی ماں کا خدا کے یہاں یہ مرتبہ ہے تو محمدؐ مصطفیٰؐ کے ماں باپ کا مرتبہ کتنا بلند ہوگا؟ معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیا کے والدین کا مقام خدا کی نگاہ میں عظیم ہوتا ہے۔

***

[3] اہل اشارات نے لکھا کہ موسیٰؑ کو غیر ارادی طور پر قتل کرنے کے بعد دو خوف تھے۔ ایک تو خدا کے عتاب اور ناراضگی کا خوف تھا تو وہ اس طرح دور ہوا کہ استغفار کی توفیق ملی اور اسے قبول کیا گیا۔ اور دوسرا خوف حکومت کے انتقام کا تھا تو اس سے یوں نجات ملی کہ مدین پہنچا دیے گئے (تھانوی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۥ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۥ
ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾
وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾
اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾
اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾
فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾

مختلف اِمتحانات سے گزارا۔ تو (اِس دَوران) تم کئی سال مَدیَن والوں میں رہے۔ پھر اَے موسیٰؑ! اَب تم ٹھیک اَپنے وقتِ معیّن پر ہماری خاص تقدیر کے فیصلہ پر، اِدھر آ گئے ﴿٤٠﴾ (غرض اَب) میں نے تم کو اَپنے کام کا بنا لیا ہے (یا) میں نے تمھیں خود اَپنے کام کے لئے تیّار کر لیا ہے ﴿٤١﴾ سو، جاؤ! تم اور تمھارا بھائی، میری نشانیوں کے ساتھ، اور (دیکھو) مجھے یاد کرنے میں سُستی نہ کرنا ﴿٤٢﴾ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ وہ واقعی سرکشی میں حد سے بڑھ چُکا ہے ﴿٤٣﴾ مگر اُس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کر لے[ل] یا (اَپنے بُرے انجام ہی سے) ڈر جائے" ﴿٤٤﴾ دونوں نے عرض کی: "ہمیں ڈر ہے کہ

ل عرفاء فقہا نے نتیجہ نکالا کہ قوت و نصرت خدا کے یقین کے باوجود اور سرکشوں کی سرکشی کے باوجود مبلغ دین کے لئے ضروری ہے کہ نرم انداز تبلیغ اختیار کرے۔ (ابن عربی)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب خدا نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تو نرمی سے بات کرنے کا حکم دیا حالانکہ خدا جانتا تھا کہ فرعون نصیحت حاصل نہ کرے گا اور نہ ڈرے گا۔ لیکن ان الفاظ کے کہنے کی غرض یہ تھی کہ موسیٰؑ کو جانے پر آمادگی ہو جائے۔ (تاکہ اتمام حجت ہو جائے) اور وہ شروع ہی سے مایوس نہ ہو جائیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ٢٢٠)

محققین نے لکھا کہ خدا کو خوب معلوم تھا کہ فرعون ایمان نہ لائے گا پھر بھی خدا کا یہ فرمانا کہ "شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے" حقیقت میں تبلیغ دین کے اصول کو بتایا گیا تھا کہ فرعون جیسے سرکش کافر کے سامنے بھی جس سے ہدایت قبول کرنے کی امید نہیں تھی مگر پھر بھی

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ یَّفۡرُطَ عَلَیۡنَآ اَوۡ اَنۡ یَّطۡغٰی ﴿۴۵﴾

قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیۡ مَعَکُمَاۤ اَسۡمَعُ وَ اَرٰی ﴿۴۶﴾

فَاۡتِیٰهُ فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلَا رَبِّکَ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ وَ لَا تُعَذِّبۡهُمۡ ؕ قَدۡ جِئۡنٰکَ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی ﴿۴۷﴾

اِنَّا قَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡنَاۤ اَنَّ الۡعَذَابَ عَلٰی مَنۡ کَذَّبَ

وہ کہیں ہم پر زیادتی (نہ) کر بیٹھے' یا ہم پر پِل ہی (نہ) پڑے اور (اِس طرح کہیں) زیادہ سرکشی سے کام لے" ﴿۴۵﴾ خدا نے فرمایا: "ڈرو مت۔ میں تم دونوں کے ساتھ ساتھ ہوں۔ میں تم دونوں کے ساتھ سب کچھ سُنتا ہوں گا اور دیکھتا ہوں گا ﴿۴۶﴾ تم اُس کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ ہم تیرے پالنے والے مالک کے (بھیجے ہوئے) پیغمبر ہیں۔ بنی اِسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔ اور اُن کو تکلیف نہ دے[1]۔ ہم تیرے پاس تیرے پالنے والے مالک کی طرف کا معجزہ بھی لے کر آئے ہیں۔ اور سلامتی ہو اُس پر جو سیدھے راستے پر چلے' (یا) ہدایت کی پیروی کرے ﴿۴۷﴾ حقیقتاً ہم کو واقعاً بطورِ وحی یہ پیغام دے کر بھیجا گیا ہے کہ اُس کے

پچھلے صفحہ کا بقیہ

نرمی ہی سے کلام کیا جائے۔ کیونکہ سخت کلامی خود قبولِ حق کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ نصیحت سننے والا حق کو قبول کرنا بھی چاہے تو اس میں ضد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ (مجمع البیان و فصل الخطاب)

***

[1] فرعون کے مظالم اب حد سے بڑھ گئے تھے۔ بنی اسرائیل کا مطالبہ تھا کہ ہمیں ہمارے وطن کنعان شام واپس جانے دے۔ مگر فرعون کی حکومت ان سے بیگار اور محنت مزدوری کا کام لیتی تھی جس طرح ہمارے ظالم وڈیرے اپنی زمین سے ہاریوں کو جانے کی اجازت نہیں دیتے اور بیگار وصول کرتے ہیں اور جبری رعایا بنا کر رکھتے ہیں، یہ فرعون کی میراث ہے

**

www.drhasanrizvi.org

لئے (دائمی) سزا ہی سزا ہے جو حق کو جھٹلائے اور اُس سے مُنہ موڑلے" ﴿۴۸﴾

فرعون نے پوچھا: "اَے موسیٰؑ! تم دونوں کا پالنے والا مالک ہے کون؟" ﴿۴۹﴾ موسیٰؑ نے جواب دیا: "ہمارا پالنے والا مالک وہ ہے جس نے ہر چیز کو اُس کا وجود بخشا ہے۔ پھر اُس کی رہنمائی بھی کی ہے (یعنی) اُس کو اُس کی منزلِ مقصود تک پہنچانے کا سامان بھی کیا ہے[لہ]" ﴿۵۰﴾

فرعون نے پوچھا: "اچّھا تو پھر جو نسلیں گزر چکی ہیں اُن کا کیا بنا؟" ﴿۵۱﴾ موسیٰؑ نے کہا: "اُن کا عِلم میرے پالنے والے مالک کے پاس ایک کتاب میں (محفوظ) ہے۔ اور میرا پالنے والا مالک نہ تو چُوکتا بھٹکتا ہے، اور نہ کچھ

وَتَوَلّٰی ﴿۴۸﴾

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰی ﴿۴۹﴾

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴿۵۰﴾

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ﴿۵۱﴾

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَ

لَا يَنْسَی ﴿۵۲﴾

لہ عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ خدا کی ذات کی معرفت ممکن نہیں۔ صرف اس کے صفات و افعال ہی سے اس کی معرفت ممکن ہے (تھانوی) خدا کی ذات وہ ہے جس نے ساری مخلوقات کو شرف وجود بخشا پھر جس کی جیسی فطرت کی ساخت رکھی ویسا ہی اس سے کام بھی لیا اور ویسے ہی اسباب اس کو فراہم کئے غرض تخلیق و ترتیب دونوں کا مبداء خدا ہے۔ اس نے ہستی کی ساخت کو موزوں، متوازن، ہم آہنگ اور مناسب بنایا اور خدا کی ہدایت سے مراد یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے جس مخلوق کو پیدا کیا اسے اسی کام پر لگا دیا۔ یہ ربوبیت اور ہدایت کی شان ہے۔

غرض حضرت موسیٰؑ کا جواب اپنے اختصار کے باوجود نہایت جامع اور کامل ہے اور تمام مخلوقات کو خواہ کسی بھی رتبے کی ہوں احاطہ کئے ہوئے ہے جواب از خود بتا رہا ہے کہ قادر بذات خود، اور منعم صرف خدا کی ذات ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ اپنی ذات و صفات و افعال میں دوسرے کا محتاج بھی ہے۔ اور خدا سے نعمتوں کو پانے والا بھی۔ اسی لئے اس

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

بھولتا بھالتا ہے (۵۲) وہ وہی ہے جس نے تمھارے
لئے زمین کا فرش بچھایا، اور تمھارے چلنے کے
راستے بنائے، اور اُوپر سے پانی بھی برسایا۔ پھر ہم
نے اُس سے مختلف اقسام کی، طرح طرح کی،
نباتات کے جوڑے نِکالے (۵۳) (تاکہ) کھاؤ اور اَپنے
جانوروں کو بھی چراؤ۔ حقیقتاً اِس سارے نظام
میں صاحبانِ عقل و فہم کے لئے (خدا کی عظمت،
قُدرت اور حِکمت کی زبردست) دلیلیں، حقیقتیں
ع ٢ ١١ اور نشانیاں موجود ہیں،، (۵۴) ع
غرض اِسی زمین ہی سے تو ہم نے تم کو پیدا
کیا ہے، اور اِسی میں ہم تمھیں واپس لے
جائیں گے۔ اور پھر اِسی سے تم کو دوبارہ (باہر)
نِکالیں گے (۵۵)

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ
فِیْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا
بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى (۵۳)
كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی
النُّهٰى (۵۴)
مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ
تَارَةً اُخْرٰى (۵۵)

پچھلے صفحہ کا بقیہ

جواب پر فرعون مبہوت ہو گیا تھا اور مجبور ہو گیا کہ کلام کا رخ موڑ دے (ماجدی)

***

٢ـہ فرعون کا شاید مطلب یہ تھا کہ جب خدا پالنے والا مالک ہے تو پھر پچھلی نسلیں اور قومیں ختم کیوں ہو گئیں ؟ حضرت موسیٰؑ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ کوئی ختم نہیں ہوا۔ خدا کا نظام یہی ہے کہ جس کو زمین سے پیدا کیا ہے اس کو پھر زمین ہی میں لوٹا دیا جائے اور قیامت کے دن پھر سب کو اسی زمین سے باہر نکالا جائے اور حسب فکر و عمل دائمی زندگی عطا کی جائے۔ (فصل الخطاب)

***

١ـہ حضرت موسیٰؑ کا مطلب یہ تھا کہ مجھے پچھلیوں کے حشر کی کیا خبر؟ مگر اتنا یقین ہے کہ ان کے ساتھ انصاف ضرور ہو گا خدا ان کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جس کے وہ فکر و عمل کے اعتبار سے مستحق ہوں گے کیونکہ خدا کے یہاں غلطی یا بھول چوک کا کوئی امکان ہی نہیں (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

وَلَقَدۡ اَرَيۡنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾
قَالَ اَجِئۡتَنَا لِتُخۡرِجَنَا مِنۡ اَرۡضِنَا بِسِحۡرِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۵۷﴾
فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ فَاجۡعَلۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكَ
مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ وَلَاۤ اَنۡتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾
قَالَ مَوۡعِدُكُمۡ يَوۡمُ الزِّيۡنَةِ وَاَنۡ يُّحۡشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

(اِس طرح) ہم نے فرعون کو اَپنی (قدرت اور حِکمت کی) سَب نشانیاں دکھائیں مگر وہ جُھٹلاتا اور اِنکار ہی کرتا چلا گیا ﴿۵۶﴾ کہنے لگا "اَے موسیٰؑ! کیا تم ہمارے پاس اِس لئے آئے ہو کہ ہمیں اَپنے جادُو کے زور پر ہمارے ہی ملک سے نِکال باہر کرو[1]؟ ﴿۵۷﴾ اَچھّا تو پھر ہم بھی تمھارے مقابلہ پر وَیسا ہی جادُو لائیں گے (جیسا تم لائے ہو)۔ ہمارے اور اَپنے درمیان ایک وعدہ کا وقت مُقرّر کرلو (کہ کب اور کہاں مقابلہ کروگے) جس کے خلاف پھر نہ ہم کچھ کریں اور نہ تم۔ اَیسی جگہ پر (مقابلہ ہو) جو کُھلے مَیدان کے سامنے درمیان میں ہو" ﴿۵۸﴾ موسیٰؑ نے کہا: "تمھارے لئے اُس وعدہ کا دن" (تمھارے) جشن

[1] فرعون کی بدمعاشی ملاحظہ فرمائیں کہ موسیٰؑ تو اپنی قوم کو باہر نکال کر لے جانے کا مطالبہ فرما رہے ہیں مگر وہ لوگوں کو بھڑکانے کے لئے بالکل ہی الٹی بات کر رہا ہے کہ "تم ہمیں اپنے جادو کے زور پر ہمارے ملک سے باہر نکالنا چاہتے ہو"

اسی کو سیاست کہتے ہیں۔ دراصل وہ حضرت موسیٰؑ کی معقول اور مدلل تقریر اور معجزے دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ موسیٰؑ حق پر ہیں اور لوگ ان سے متاثر ہیں۔ اس لئے جھوٹ فریب سے کام لے کر سیاست اور تعصب کی آگ بھڑکا کر، وہ اپنا کام نکالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ (تفہیم)

***

www.drhasanrizvi.org

اور زینت والا دِن ہے۔ اور یہ کہ دِن چڑھے لوگ جمع کر لئے جائیں[1]" (٥٩) تو فرعون نے پَلٹ کر اَپنی ساری مکّاریاں، بدمعاشیاں اور ہتھکنڈے جمع کر لئے اور پھر (مقابلہ پر) اُتر آیا (٦٠) موسیٰؑ نے کہا: "وائے ہو تم پر۔ اللہ پر جھُوٹی تہمتیں اور اِلزامات نہ لگاؤ۔ ورنہ وہ (اَپنے) عذاب سے تمھارا تیا پانچا کر ڈالے گا۔ (کیونکہ) جِس نے بھی جھوٹ گھڑا، وہ ہمیشہ لازمی طور پر نامراد و ناکام ہوا" (٦١) اِس پر اُن میں آپس میں جھگڑا ہونا شروع ہو گیا۔ اور پھر وہ چُپکے چُپکے مشورے کرنے لگے (٦٢) پھر بولے کہ "یقیناً یہ دونوں تو محض جادوگر ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اَپنے جَادو کے زور پر تمھیں تمھارے ملک سے

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى (٦٠)
قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (٦١)
فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى (٦٢)
قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ

---

[1] مصری قومی تہوار سال میں دو دفعہ مناتے تھے ایک بار مارچ میں اور دوسری دفعہ اگست میں مگر تیسرا جشن ان دونوں سے بڑھ چڑھ کر ہوتا تھا۔ وہی یہاں مراد ہے۔

فرعون کا مقصد تو یہ تھا کہ کسی طرح ایک دفعہ جادوگروں سے لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ بنوا کر لوگوں کو دکھوا دوں تو موسیٰؑ کے معجزے کا اثر لوگوں کے دلوں سے دور ہو جائے گا۔ ادھر حضرت موسیٰؑ یہ چاہتے تھے کہ مقابلہ ضرور ہو تاکہ ساری قوم جادو اور معجزے کے فرق کو سمجھ لے۔ اس لئے انہوں نے فرمایا کہ اس مقابلے کے لئے الگ دن معین کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جشن کا دن قریب ہے، جس میں تمام ملک کے لوگ دارالسلطنت میں کھنچ کھنچ کر آتے ہیں وہیں میلے کے میدان میں مقابلہ ہو جائے اور وقت بھی دن کی روشنی کا ہو تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ (تفہیم)

***

نکال باہر کریں۔ اور تمھارے اعلیٰ مثالی شاندار
طریقۂ زندگی کا خاتمہ کر ڈالیں (٦٣) تو تم اپنی ساری
تدبیریں اور تیّاریاں مکمّل کرلو۔ (یا) تم سب
مِل کر اَپنے فن (کے اِظہار) کا اِنتظام کرو اور پھر
صَف بندی کرکے (مقابلہ پر) آجاؤ۔ (اِس لئے کہ)
آج جو غالب رہا وہی جیت گیا" (٦٤) جادُوگروں نے
کہا: "موسیٰؑ! تم پھینکتے ہو یا پہلے ہم پھینکیں؟" (٦٥)
موسیٰؑ نے کہا: "چلو تم ہی پھینکو۔" تو ایک دَم
سے اُن کی رسّیاں اور لکڑیاں موسیٰؑ کے خیال میں
اُن کے جادُو کے زور سے دوڑتی ہوئی محسوس ہونے
لگیں[1] (٦٦) موسیٰؑ بھی اَپنے دل میں ڈرنے لگے[2] (٦٧)
ہم نے کہا: "ڈرو مت۔ یقیناً تم ہی جیتوگے (٦٨)
اور پھینک دو وہ جو تمھارے داہنے ہاتھ میں

اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى (٦٣)
فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ
الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (٦٤)
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ
مَنْ اَلْقٰى (٦٥)
قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ
اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (٦٦)
فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (٦٧)
قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (٦٨)

---

[1] ان کے جادو سے (رسیاں) سانپ معلوم ہونے لگیں" ان الفاظ سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ وہ اصل میں کوئی کرتب تھا کہ وہ رسیاں سانپ معلوم ہو رہی تھیں حقیقتاً سانپ نہیں بن گئی تھیں اس کو عرفِ عام میں نظر بندی کہتے ہیں جو جادو کی مشہور قسم ہے۔ (تبیان)

***

[2] موسیٰؑ کو شبہ ہوا کہ ان کی قوم کہیں شبہ میں نہ پڑ جائے تبیان و جلالین)
حضرت علیؑ نے فرمایا " حضرت موسیٰؑ اپنی جان کے لئے نہیں ڈرے تھے بلکہ ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں جاہل گمراہ نہ ہوجائیں (تفسیر صافی بحوالہ نہج البلاغہ)۔
امام صادقؑ سے روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے عصا پھینکا تو انہوں نے یہ دعا کی الھم انی اسئلک بحق محمد و آل محمد لما آمنتنی یعنی "اے اللہ! محمدؐ و آل محمدؐ کے واسطے سے مجھے اپنی امان میں رکھ"۔ (احتجاج طبرسی)

***

وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا
كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾
فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ
وَمُوْسٰى ﴿۷۰﴾
قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ
الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ

ہے۔ وہ اُن ساری چیزوں اور سوانگ کو جو اُنھوں نے بنا رکھے ہیں، ہڑپ کر جائے گا۔ یہ جو کچھ بھی بنا لائے ہیں وہ تو صِرف جادوگر کا فریب اور ایک ترکیب ہے۔ اور جادُوگر کہیں جائے کبھی حقیقی معنی میں کامیاب نہیں ہوتا، خواہ وہ کیسی ہی شان و شوکت سے (کیوں نہ) آئے" ﴿۶۹﴾ (آخرکار) سارے کے سارے جادُوگر سجدے میں گِر پڑے، اور پُکار اُٹھے: "مان لیا ہم نے ہارونؑ اور موسیٰؑ کے پالنے والے مالک کو"[1] ﴿۷۰﴾

فرعون نے کہا: "ارے تم نے میری اِجازت ملنے سے پہلے ہی مان لیا؟ تو یقیناً یہی تمھارا گُرو ہے، جس نے تمھیں جادُو سِکھایا ہے۔ تو اب تو میں ضرور تمھارے ہاتھوں اور پیروں کو مخالف

---

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ ایمان صرف نبیؑ پر لانا کافی نہیں ہوتا۔ نبیؑ کے ساتھ وصیؑ پر بھی ایمان لانے سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ اسی لئے جادوگروں نے موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کا بھی نام لے کر اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ یہی ایمان کی تکمیل ہے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا "اے علیؑ میرے نزدیک تمھاری منزلت اور مقام وہی ہے جو موسیٰؑ کے نزدیک ہارونؑ کا تھا سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔" (بخاری شریف۔ باب فضائل علیؑ)

محققین نے دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ جادوگر کیونکہ اپنے فن کے ماہر تھے اس لئے فوراً سمجھ گئے کہ موسیٰؑ جادوگر نہیں ہیں۔ ان سے بہتر جادو کی حقیقت کون سمجھ سکتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کا ہونا اور اس کا صحیح استعمال ایمان کی منزل تک پہنچا دیا کرتا ہے۔ آج کے سائنس دان بھی اگر اپنے علم کو صحیح طور پر دیانتداری سے استعمال کریں تو ایمان کی دولت پالیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

أَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ﴿٧١﴾

قَالُوا لَن نُّؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا ۖ فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ ۖ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾

إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا

سمتوں سے کٹواؤں گا' اور پھر لازمی طور پر تمہیں کھجور کے درختوں پر سُولی پر چڑھاؤں گا۔ پھر تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کی سزا سخت اور ہمیشہ رہنے والی ہے" ﴿۷۱﴾ جادُوگروں نے جواب دیا: "ہم ہرگز تجھے اُن کھُلی ہوئی واضح دلیلوں' حقیقتوں اور روشن نشانیوں پر ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے پاس آچُکیں اور نہ اُس ذات پر (تجھے ترجیح دیں گے) جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ تو کر ڈال جو کچھ کہ تجھے کرنا ہے۔ تُو (زیادہ سے زیادہ ہماری) دُنیوی زندگی کو ختم کرسکتا ہے[1] ﴿۷۲﴾ حقیقتاً ہم نے تو اَپنے پالنے والے مالک کو مان لیا ہے "تاکہ وہ ہمارے گناہوں اور خطاؤں کو' اور اُس جادُوگری کو جس پر تُو نے ہمیں مجبور کیا تھا' معاف کردے[2]۔

[1] عرفا نے نتیجہ نکالا کہ اگر انسان میں استعداد ہو تو بہت جلد بندی توفیقات الہیٰ کے سبب انتہائی کمال کو پہنچ جاتا ہے جادوگروں کا جواب ان کے منتہی ہونے کی دلیل ہے۔ (تھانوی)

***

[2] جادوگروں نے فرعون سے کہا تھا کہ ہمیں حضرت موسیٰ کو اس وقت دکھا دے جب وہ سوئے ہوئے ہوں۔ جب انہوں نے حضرت موسیٰ کو سوئے ہوئے دیکھا تو یہ دیکھا کہ ان کا عصا ان کی حفاظت کر رہا ہے وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے کیونکہ جادوگر کے سونے کے بعد جادو باطل ہوجاتا ہے مگر فرعون کسی طرح نہ مانا اور اس نے جادوگروں کو مقابلے کے لئے مجبور کیا۔ (تفسیر صافی بحوالہ الجوامع)۔

***

عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿٧٣﴾
اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۗ لَا
يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾
وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ
لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾
جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اور اللہ تو کہیں بہتر اور کہیں زیادہ پائیدار ہے" ﴿٧٣﴾ حقیقت یہی ہے کہ جو اپنے پالنے والے مالک کے سامنے مُجرِم ہونے کی حالت میں آئے گا، اُس کے لئے تو جہنّم (ہی جہنّم) ہے، جس میں وہ نہ تو جیئے ہی گا اور نہ مرے گا۔ (یعنی) نہ تو وہاں وہ جی سکے گا اور نہ ہی مر سکے گا[1] ﴿٧٤﴾ اور جو اُس کی بارگاہ میں مومن ہونے کی حالت میں آئے کہ اُس نے نیک اعمال بھی انجام دیئے ہوں، تو یہ وہ ہیں کہ جن کے لئے بڑے اُونچے اُونچے درجے ہیں[2] ﴿٧٥﴾ (یعنی) جاودانی زندگی والے سدا بہار جنّتوں کے گھنے اور سرسبز و شاداب باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ صِلہ

---

[1] یعنی موت اور زندگی کے درمیان لٹکتا رہے گا۔ نہ موت آئے گی جو اس کی تکلیف اور مصیبت کا خاتمہ کر دے اور نہ جینے میں کسی قسم کا کوئی لطف ہوگا۔ زندگی سے قطعی بیزار ہوگا اور موت نصیب نہ ہوگی۔ مرنا چاہے گا تو مر نہ سکے گا۔

قرآن مجید میں دوزخ کے عذابوں میں سب سے زیادہ خوفناک عذاب یہی ہے جس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ (خدا کی امان) (تفہیم القرآن)۔ بقول غالب ؎

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی

***

[2] امام رازی نے نکتہ نکالا کہ درجات عالیہ تو مومنین کاملین کے لئے ہیں جو اعمال صالحہ میں راسخ ہیں رہا صرف معافی اور نجات ملنے کا مرتبہ تو وہ ان کلمہ گویوں کو ملے گا جو ایمان و عمل کے اتنے اونچے معیار پر نہیں اترتے۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور اِنعام ہے اُس کا جو پاکباز رہا ہو (یا) پاکیزگیٔ فکر و عمل اِختیار کرلے ﴿۷۶﴾ ع

پھر ہم نے موسیٰؑ پر وحی بھیجی کہ "اَب راتوں رات میرے بندوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ اور اُن کے لئے سمندر کے اندر (عصا مار کر) خُشک راستہ بنالو۔ نہ تو تمھیں پیچھا کر کے پکڑے جانے کا کوئی خوف ہونا چاہیئے اور نہ (سمندر سے کِسی نقصان کا) خطرہ" ﴿۷۷﴾ فرعون نے اَپنی فوجوں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا۔ تو سمندر نے اُن کو اَیسا ڈھانپ لیا جیسا کہ ڈھانپا جانا چاہیئے تھا۔ (یعنی بہت ہی بُری طرح سے ڈبو کر رکھ دیا) ﴿۷۸﴾ غرض فرعون نے اَپنی قوم کو گمراہ کیا اور اُنھیں سیدھا اور صحیح راستہ نہ دکھایا[1] ﴿۷۹﴾

ع ۲ ۱۲

فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن تَزَكَّىٰ ﴿۷۶﴾
وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ
لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ ﴿۷۷﴾
فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ
مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾
وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ ﴿۷۹﴾

[1] حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ نے حضور اکرمؐ کو بتایا کہ جب فرعون سمندر کے کنارے پہنچا اور اس میں اس نے خشک راستے بنے ہوئے دیکھے تو اپنے لوگوں سے کہا کہ سمندر میرے خوف سے سوکھ گیا ہے تم اس میں داخل ہو جاؤ اسی لئے خدا نے فرمایا کہ فرعون نے لوگوں کو گمراہ کیا (تفسیر صافی صفحہ ۱-۲-۳)۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ بعض اوقات عبرت کے لئے خدا اپنے باغیوں کو دنیا میں بھی فرعون کی طرح برے انجام سے دوچار کر دیتا ہے تاکہ دنیا والے سمجھ لیں کہ خدا کا قانون مکافات کائنات میں کار فرما ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۸۰

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۸۱

وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۸۲

اے بنی اسرائیل! ہم نے تو تمھیں تمھارے دُشمن سے نجات دی، اور 'طور' کے دائیں جانب تم سے (اپنی شریعت اور ہدایت عطا کرنے کا) وعدہ کیا۔ اور تم پر 'مَنّ و سلویٰ'۔ بھُنی ہوئی بٹیروں کا تازہ گوشت اُتارا ۸۰ لو کھاؤ ہمارا دیا ہوا پاک و نفیس رزق، اور اُسے کھا کر اُس کے بارے میں سَرکشی اور زیادتی نہ کرو۔ ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ اور جس پر میرا غضب 'اُترا' تو وہ لازمی طور پر گر کر ہی رہا (یعنی) وہ ہلاک و برباد ہوا ۸۱ اور حقیقتاً میں تو بڑا ہی معاف کرنے والا ہوں، اُس کو جو (بُرائیوں سے) توبہ[1] کرلے، اَبدی[2] حقیقتوں کو دِل سے مان لے، اور نیک[3] اعمال کرے اور پھر سیدھے[4] راستے (ہدایت) پر قائم[1] رہے

---

1. حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "تم دیکھتے نہیں کہ خدا نے ہدایت کی کیسی شرط لگادی۔ ایمان اور عمل صالح بھی کچھ نفع نہ دے گا جب تک تم ہدایت یافتہ نہ ہوگے کوئی عمل کام نہ آئے گا جب تک وہ راہ پایا ہوا نہ ہوگا" راوی نے پوچھا کس طرح راہ پایا ہوا ہو سکتا ہے؟ فرمایا "ہماری طرف راہ پایا ہوا یا ہدایت پایا ہوا (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۱ بحوالہ تفسیر قمی)

حضور اکرمؐ نے فرمایا "اے علیؑ! جو تمہاری راہ سے بھٹک گیا وہ یقیناً گمراہ ہو گیا اور جس نے تم تک اور تمہاری ولایت (سرپرستی) تک راہ نہ پائی وہ ہرگز ہرگز خدا تک نہ پہنچے گا اور یہ بات خدا کے اس قول سے ثابت ہے پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی ----- (المجالس)۔

***

www.drhasanrizvi.org

بھی رہے (یا) ہدایت پا یا ہوا بھی ہو (۸۲)

اَے موسیٰؑ ! آخر کِس چیز کے سَبب تم جلد بازی سے کام لے کر اَپنی قوم کو چھوڑ آئے؟ (۸۳)

موسیٰؑ نے عرض کی : "وہ لوگ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں - اور میں تو جلدی کر کے آپ کی خدمت میں اِس لئے حاضِر ہو گیا ہوں کہ آپ مجھ سے خوش ہو جائیں"[1] (۸۴)

خدا نے فرمایا: "ہم نے تمھارے (آجانے کے) بعد تمھاری قوم کا اِمتحان لے لیا اور سامری نے اُنھیں گمُراہ کر دیا" (۸۵)

(غرض) موسیٰؑ سخت غصّہ میں افسوس کرتے ہوئے اَپنی قوم کی طرف پَلٹے اور (قوم میں آکر) کہا : "ارے، میری قوم کے لوگو! کیا تمھارے پالنے والے مالک نے تم سے اِتنا اَچھّا

وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى (۸۳)

قَالَ هُمۡ اُولَاۤءِ عَلٰٓى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى (۸۴)

قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ (۸۵)

فَرَجَعَ مُوۡسٰٓى اِلٰى قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيۡكُمُ

---

[1] اہل اشارات نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے حضرت موسیٰؑ کے وفور شوق و اضطراب کی جانب (ماجدی)

حضرت موسیٰؑ کو جب طور پر بلایا گیا تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کے ساتھ آنا - مگر قوم نے تیاری میں بڑی دیر کی اس لئے موسیٰؑ شوق ملاقات رب میں یہ کہہ کر چلے گئے کہ میں جاتا ہوں تم میرے پیچھے پیچھے آؤ اور ادھر قوم موسیٰؑ کے جانے کے بعد سامری کے جال میں پھنس گئی - (مجمع البیان)

فقہا نے نتیجہ نکالا کہ خدا کے حکم سے ذرا بھی عدم تعمیل خواہ انتہائی نیک نیتی ہی سے کیوں نہ ہو برے نتائج کی حامل ہوتی ہے-

***

www.drhasanrizvi.org

وعدہ نہیں کیا تھا ؟ (کہ تمھیں شریعت اور
بہترین طریقۂ زندگی کی تعلیم عطا فرمائے گا) کیا
اِتنی سی مُدّت تمھارے لئے بہت لمبی ہو گئی ؟[1]
یا اِرادتاً تم نے یہی چاہا کہ تمھارے پالنے والے
مالک کا غیظ و غضب تم پر اُترے ؟ تو (کیا
اِس لئے) تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی ؟" ﴿٨٦﴾
اُنھوں نے جواب دیا : " ہم نے ازخود اپنی
طرف سے آپ سے کوئی وعدہ خلافی نہیں کی۔
البتہ ہوا یہ کہ ہمیں قوم والوں کے بہت سے
زیور اِکٹھّا کرکے لانے پر آمادہ کیا گیا تھا۔ تو
ہم نے اُن کو (لاکر) پھینک دیا۔ پھر سامری[2]
(کم بخت) نے (اُس میں) کچھ ایسا کام کرڈالا ﴿٨٧﴾
کہ وہ اُن کے لئے ایک بچھڑے کا مجسمہ بنا کر نکال

الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِنْ
رَبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُمْ مَوْعِدِي ﴿٨٦﴾
قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلَكِنَّا حُمِّلْنَا
أَوْزَارًا مِنْ زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَلِكَ
أَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾

---

[1] ایک مطلب یہ ہے کہ خدا نے تم سے جتنے وعدے کئے وہ سب پورے کئے۔ مصر سے بخیریت نکالا، فرعون کی غلامی سے چھڑایا، تمھارے دشمن کو برباد کیا، صحرا میں تمھارے لئے خوراک اور پانی مہیا کیا کیا یہ سارے اچھے وعدے پورے نہیں ہوئے ؟ دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ تمھیں شریعت اور ہدایت عطا کرنے کا جو وعدہ کیا گیا تھا، کیا وہ اچھا وعدہ نہ تھا ؟ کیا ان وعدوں کو کچھ بہت زیادہ مدت گذر گئی تھی کہ تم بھٹکنے لگے ؟ ہدایت نامہ عطا کرنے کا جو وعدہ کیا گیا تھا، اس کے وفا ہونے میں کوئی ایسی تاخیر تو نہیں ہوئی تھی جس کو تم اپنے لئے گمراہ ہونے کا بہانہ بنا سکو۔ (تفہیم)

* * *

[2] سامری منافق تھا اور اسلام ظاہر کرتا تھا۔ اس کی قوم گائے کی پجاری تھی۔ اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ سامرہ بنی اسرائیل کا ایک قبیلہ تھا جس کو سامری کہا جاتا تھا۔ (تفسیر کشاف ج ۲ صفحہ ۲۹ طبع مصر)

* *

www.drhasanrizvi.org

لایا، جس سے بَیل کی (سی) آواز نِکلتی تھی۔ تو لوگ پُکار اُٹھے کہ "یہی ہے تمھارا اور موسیٰؑ کا خدا جسے وہ (یہاں) بھُول گئے (ہیں)" ﴿۸۸﴾

کیا وہ (احمق) دیکھتے سمجھتے نہ تھے کہ نہ تو وہ اُن کی کسی بات کا جواب ہی دیتا ہے[۱]، اور نہ اُن کے کسی بھی نفع یا نقصان کا اِختیار رکھتا ہے ﴿۸۹﴾ ع

ہارونؑ پہلے ہی اُن سے کہہ چُکے تھے کہ "اے قوم! تمھارا اِس کے ذریعہ سے امتحان لیا گیا ہے۔ تمھارا پالنے والا مالک تو سب کو فیض پہنچانے والا 'رحمٰن' ہے۔ (بھلا یہ بے فیض چیز کہاں سے خدا بن سکتی ہے؟) تو تم میرے پیچھے چلو اور میری بات مانو" ﴿۹۰﴾ اُنھوں نے کہا: "ہم

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾

اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع ۱۲

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾

---

[۱] محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا نے اسی قسم کے الفاظ بتوں کے لئے بھی فرمائے ہیں کہ وہ اپنے پجاریوں کی کسی بات کا جواب نہیں دیتے۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا اپنے پرستاروں کی فریادوں اور دعاؤں کا جواب ضرور دیتا ہے۔ اور ان کی دعاؤں کے سبب ان کو نفع پہنچاتا ہے اور ہر قسم کے نقصان سے بھی بچاتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرمؐ نے فرمایا اور حضرت امام محمد باقرؑ نے روایت فرمائی کہ "دعا قضائے الہیٰ تک کو پھیر دیتی ہے" (کافی)

حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے امام حسنؑ سے فرمایا۔ "خدا نے دعا کی اجازت دے کر زمین اور آسمان کے خزانوں کی چابیاں تمھیں عطا فرمادیں" = (نہج البلاغہ)

***

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ
اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾
قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ﴿۹۲﴾
اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾
قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّىْ
خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾
قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾

تو اِسی کو پوجتے رہیں گے، جب تک کہ موسیٰؑ ہمارے پاس واپس نہ آجائیں" (۹۱)

موسیٰؑ (قوم کو ڈانٹنے کے بعد ہارونؑ سے مخاطب ہو کر بولے) "اَے ہارونؑ! تم نے جب یہ دیکھ ہی لیا تھا کہ وہ گمراہ ہو رہے ہیں، تو پھر تم کو کِس چیز نے روکا (۹۲) کہ تم میرے پیچھے پیچھے نہ چلے آئے؟ تو کیا تم نے بھی میرے حکم کی مخالفت کی؟ [لہ]" (۹۳) ہارونؑ نے کہا: "اَے میرے ماں جائے (بھائی)! میری داڑھی نہ پکڑیے اور نہ میرے سر کے بال کھینچیے۔ مجھے تو بس اِس بات کا ڈر تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی۔ اور میری بات کا خیال تک نہ کیا [لہ]" (۹۴)

موسیٰؑ نے کہا: "اَے سامری! تیرا کیا معاملہ

لہ حضرت موسیٰؑ کا حضرت ہارونؑ سے یہ جملہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ "اے ہارون تم ثابت قدم لوگوں کو جو گئو سالہ کی پرستش سے الگ رہے تھے ساتھ لے کر میرے پیچھے کیوں نہ آگئے" (تبیان)

اس پر ہارونؑ نے فرمایا کہ "مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے قوم کے اندر انتشار اور اختلاف پیدا کر دیا"

یہی سبب تھا کہ حضور اکرمؐ کے بعد حضرت علیؑ نے بھی حضرت ہارونؑ کی طرح اپنی خلافت ظاہری کے لئے تلوار نہ اٹھائی کیونکہ حضور اکرمؐ نے ان کو حضرت موسیٰؑ کی طرح ملت میں افتراق پیدا کرنے سے منع فرمایا تھا اور حضور اکرمؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ۔

"اے علیؑ! تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے" (بخاری شریف حدیث منزلت در باب فضائل علیؑ ابن ابی طالب)

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

ہے ؟" (۹۵) اُس نے جواب دیا : "مَیں نے اَیسی چیز
دیکھی تھی جو اُن لوگوں کو نہیں دکھائی دی ۔ تو
مَیں نے (خدا کے) بھیجے ہوئے (فرشتے) کے قدم
کے نیچے سے ایک مُٹھی مِٹّی لے لی[1] ۔ اور اُس کو
(بچھڑے کے مجسّمہ کے اندر) ڈال دیا ۔ اور میرے
نفس نے مجھے اَیسا کرنے پر اُکسایا تھا" (۹۶)
موسیٰؑ نے کہا : "چل دفع ہو ۔ اب تیرے لئے
زندگی بھر یہی پکارتے رہنے (کی سزا) ہے کہ تُو
یہ کہتا پھرے کہ "مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے"[2] اور
تیرے لئے ایک (دائمی سزا کے) وعدے کا وقت
مقرّر ہے ، جو تجھ سے ہرگز نہ ٹل سکے گا ۔ اور اَب
دیکھ اَپنے اُس خدا کا حشر جس پر تُو بُری طرح
ریجھا ہوا تھا (یا) جس کی عبادت میں تو بالکل

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ فَقَبَضْتُ
قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ
سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ (۹۶)
قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا
مِسَاسَ ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى

پچھلے صفحہ کا بقیہ

[3] حضرت موسیٰؑ کا یہ غصہ تمام تر غیرت دینی کے سبب تھا اس لئے صرف جائز ہی نہیں بلکہ عبادت تھا اور حضرت ہارونؑ کا ماں جائے کہنا جلب محبت کے لئے ہے ۔ اسرائیلیوں میں یہی دستور تھا تخاطب کا ۔ محققین نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ امت میں تفریق ڈالنا بدترین گناہ ہے کیونکہ حضرت ہارونؑ نے صریح شرک کو سامنے دیکھ کر بھی تفریق اور اختلاف کے خوف سے عارضی طور پر اس کو برداشت فرمایا ۔

***

[1] سامری کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جبرئیل کو میں نے گھوڑے پر سوار جاتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ جہاں ان کے گھوڑے کا پیر پڑتا ہے وہاں کی گھاس تر و تازہ ہو جاتی ہے اس لئے میں نے اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ اس مٹی میں حیات بخشی کی تاثیر ہے ۔ صوفیاء نے اس آیت سے نتیجے نکالے (۱) اس میں کشف و کرامت پر ناز کرنے کی مذمت اور ممانعت نکلتی ہے (۲) کشف کی صلاحیت کافر میں بھی ہو سکتی ہے اس لئے کشف کوئی معیار فضیلت نہیں ہوتا ۔

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

ہی غرق ہو گیا تھا، کہ اَب ہم اُسے ضرور جلا
ڈالیں گے۔ اور پھر ریزہ ریزہ کر کے اُس کی راکھ
دریا میں بہا دیں گے[۱] ۹۷
تم لوگوں کا اَصل خدا تو بس
ایک 'اللہ' ہے، جس کے سِوا کوئی اور خدا ہے ہی
نہیں۔ اور اُس کا عِلم ہر چیز پر حاوی ہے (یا)
اُس نے ہر چیز کو اپنے عِلم سے گھیر رکھّا ہے ۹۸
اِس طرح ہم پچھلے گزرے ہوئے حالات کی
کچھ خبریں تمھارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ اور
(اِس طرح) ہم نے خاص اَپنی طرف سے ایک
'ذِکر' (یعنی) درسِ نصیحت اور یاددہانی تمھیں عطا
کی ہے ۹۹ اَب جو کوئی بھی اِس سے مُنہ موڑے
گا، تو وہ قیامت کے دن ایک بھاری (گُناہ

اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ
لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۹۷
اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ
شَيْءٍ عِلْمًا ۹۸
كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ
وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۹۹
مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۱۰۰

پچھلے صفحہ کا بقیہ

۲ سامری اس خوف سے لوگوں کو خود کو چھونے سے منع کرتا تھا کہ اگر کوئی اسے چھو دیتا تھا تو اس کو بھی بخار آجاتا تھا اور چھونے والے کو بھی۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۲)
روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے سامری کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو تو خدا نے وحی کی کہ اس کو قتل نہ کرو وہ مرد سخی ہے۔ (تفسیر قمی)

***

۱ جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں۔ محققین نے لکھا کہ موسیٰؑ کا یہ فرمانا کہ "ہم اس کو جلائیں گے اور دریا میں بہائیں گے" یہ اس لئے تھا کہ سب سمجھ لیں کہ جس بچھڑے کے مجسمہ کو وہ خدا سمجھ رہے ہیں وہ کتنا مجبور اور بے بس ہے (مجمع البیان)
محققین نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ سامری کو دنیا میں یہ سزا ملی کہ اسے اچھوت قرار دے دیا گیا۔ ہندوستان میں آج چھوت چھات کا دستور سامری کی سزا سے ماخوذ ہے۔

باقی اگلے صفحہ پر

کا) بوجھ اُٹھائے گا (۱۰۰) جس (کی سزا) میں وہ
ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اُن کے لئے قیامت کے
دن (اِس گناہ کا بوجھ) سخت تکلیف دہ بوجھ
ثابت ہو گا (۱۰۱) اُس دن جب صُور پھُونکا جائے گا
اور ہم مجرموں کو اِس حال میں گھیر گھیر کر
جمع کریں گے کہ اُن کی آنکھیں (خوف اور
دہشت کے مارے اور خُون خشک ہو جانے کی
وجہ سے) سفیدی مائل نیلی ہو چکی ہوں گی (۱۰۲)
وہ آپس میں چُپکے چُپکے کہہ رہے ہوں گے "تم
(دُنیا میں بمُشکل) دس دن رہے ہو" (۱۰۳) (جب کہ
ہمیں خوب معلوم ہے جو وہ کہہ رہے ہیں حالانکہ
اُن کا سب سے سمجھ دار آدمی تو یہ کہتا ہو گا کہ تم
(دنیا میں) نہیں رہے ہو مگر صرف ایک دن (۱۰۴) ع ۵ ۱۵ ۱۴

خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا (۱۰۱)
يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ
زُرْقًا (۱۰۲)
يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا (۱۰۳)
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً
اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا (۱۰۴) ع

پچھلے صفحہ کا بقیہ

فقہا نے اس آیت سے نتیجے نکالے (۱) مشرک جو مجرم بھی ہو اس سے لاتعلقی جائز ہے (۲) اور یہ کہ بڑے مجرم سے اختلاط یا ملنے جلنے کو منع کر دینا جائز ہے۔ اہل اشارات نے لکھا کہ اگر گناہ بغیر بغاوت کے ہو جائیں تو خدا کی طرف سے توبہ کی توفیق اکثر مل جاتی ہے جیسے اسرائیلیوں کو توبہ کی توفیق ملی۔ مگر سامری کو نہ ملی اس لئے کہ سامری نے خبث باطن اور بغاوت کے ساتھ گناہ کیا تھا جب کہ اسرائیلیوں سے گناہ ہوا مگر بغاوت کا عنصر اس میں نہ تھا۔ اسی لئے ان کی خطا معاف ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے دعائے کمیل میں اسی طرح دعا کرنے کی تعلیم دی ہے کہ "خدایا اگرچہ مجھ سے خطائیں ہوئیں مگر میری خطائیں تجھ سے بغاوت کے طور پر نہ تھیں بلکہ شیطان نے میرے نفس کو ابھارا اور پھسلا دیا اس لئے میری خطاؤں کو معاف فرما" (دعائے کمیل از حضرت علیؑ)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

وہ لوگ آپؐ سے پہاڑوں کے متعلق پُوچھتے ہیں، تو آپ کہہ دیجئے کہ میرا پالنے والا مالک (قیامت کے دن) اُن کو سُرمہ یا دُھول بنا کر اُڑا دے گا ﴿١٠٥﴾ اور اُنھیں بالکل چٹیل میدان بنا دے گا ﴿١٠٦﴾ جس میں نہ پھر تمھیں کوئی ناہمواری یا کوئی بَل نظر آئے گا، اور نہ کوئی بلندی[1] ﴿١٠٧﴾ اُس دن سب کے سب پُکارنے والے کی پُکار پر سیدھے چلیں آئیں گے اور ذرا سی بھی کوئی اکڑ مکڑ نہ دِکھا سکے گا۔ اور ساری کی ساری آوازیں خدائے رحمان کے سامنے دَب کر رہ جائیں گی۔ پھر تم سِوا قدموں کی چاپ، یا ذرا سی سرسراہٹ کے کچھ بھی نہ سُنو گے ﴿١٠٨﴾ اُس دن کوئی سفارش کام نہ آئے گی، سِوا اُس کے کہ جسے خدائے رحمان[2]

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾
فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾
لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾
يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ
الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾
يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

---

[1] اس قسم کی قرآنی آیات سے جو شکل ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ آخرت میں یہ پورا کرہ زمین سمندروں کو پاٹ کر پہاڑوں کو توڑ کر، نشیب و فراز کو ہموار اور جنگلوں کو صاف کر کے ایک گیند کی طرح بنا دیا جائے گا۔ سورہ زمر میں ہے کہ "متقین کہیں گے شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے اپنے وعدے پورے کئے اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا" یاد رہے کہ بعض صحابہ، تابعین، ابن عباسؓ اور قتادہ اس بات کے قائل ہیں کہ جنت اسی زمین پر ہو گی۔ اس سے محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ آخر کار یہ پورا کرہ ارض جنت بنا دیا جائے گا اور خدا کے صالح متقی بندے اس کے وارث ہوں گے۔ (تفہیم)

***

[2] امام رازی نے نتیجہ نکالا کہ بدکاروں کی شفاعت ممکن ہے اس لئے کہ فاسق لوگوں کی توحید و رسالت اور قیامت کی گواہی دینا خدا کو پسند آسکتا ہے (تفسیر کبیر امام رازی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

نے سفارش کرنے کی اِجازت دے دی ہو اور
جس کی بات سُننا وہ پسند فرمائے ﴿۱۰۹﴾ (کیونکہ) وہ
لوگوں کا اَگلا پچھلا (دُنیا اور آخرت کا) سَب
حال اَزخود جانتا ہے اور دوسروں کا علم (اُن
کے تمام حالات پر) حاوی نہیں ہے (یعنی)
دُوسروں کو اُن کا پُورا عِلم حاصِل نہیں ہے[ا] ﴿۱۱۰﴾
(اس دِن) لوگوں کے سر اُس 'حیّ و قیّوم' (یعنی)
زندہ اور کائنات کو قائم رکھنے والی ذات کے
سامنے جُھک گئے ہوں گے۔ اور وہ قطعی ناکام و
نامُراد ہوا (ہوگا) جس نے کِسی ظلم کا بوجھ اُٹھایا
(ہوگا) ﴿۱۱۱﴾ اور جو شخص نیک عمل کرے اور ساتھ
ساتھ وہ 'مومن' (یعنی) اَبدی حقیقتوں کو ماننے
والا بھی ہو' تو اُس کو نہ تو کِسی ظلم یا زیادتی

وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾
وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ
حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾
وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ

[ا] حضرت علیؑ نے فرمایا "مخلوق ازروئے علم خدا کا احاطہ نہیں کر سکتی کیونکہ خدا نے ان کی بصیرت پر ایک پردہ ڈال دیا ہے تو کوئی فہم اسے کسی کیفیت کے ذریعے سے نہیں پا سکتا اور نہ کوئی عقل کسی خاص تعریف کے ذریعہ اس کا ادراک کر سکتی ہے لہذا کوئی شخص خدا کا بیان اس سے زیادہ نہیں کر سکتا جتنا کہ اس نے اپنی ذات کا بیان خود فرما دیا ہے۔ وہ سب سے زیادہ سننے والا، سب سے زیادہ دیکھنے والا سب پر غالب اور سب کے اندروں کا حال جاننے والا ہے اور سب چیزوں کو صورت عطا کرنے والا ہے۔ اسی نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اس لئے کوئی شے اس کے مانند ہو ہی نہیں سکتی" (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۳ بحوالہ التوحید)

"اگلا" یعنی آنے والی زندگی کا حال بھی خدا جانتا ہے اور "پچھلا" یعنی دنیا کی زندگی کا حال بھی وہ ہی جانتا ہے جو وہ کر چکے ہیں۔ (تبیان مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

کا کوئی خطرہ ہوگا، اور نہ اُس کے (اَجریں
کِسی کمی کا کوئی خوف ہوگا ۱؎ (۱۱۲)
اِس طرح ہم نے اِس قرآن کو نہایت
فصیح و بلیغ (یعنی) بات کو بالکل ٹھیک ٹھیک
مناسب ترین اور حسین ترین الفاظ، معانی اور پیرایہ میں
بالکل واضح بنا کر اُتارا ہے۔ نیز اِس میں طرح
طرح سے خدائی عذاب کی خبریں، ڈراوے اور
تنبیہیں سُنائی ہیں، تاکہ شاید یہ لوگ غلط راستہ
پر چلنے سے بچیں یا اُن پر اِس نصیحت اور خیرخواہی
کا کچھ اثر پیدا ہو (یا اس طرح) اُن میں سمجھ
بُوجھ اور ہوش و حواس کے کچھ آثار پیدا ہوں (۱۱۳)
غرض بلند و بالا، برتر و اعلیٰ ہے اللہ کی
ذات، جو (کائنات کا) حقیقی بادشاہ اور حقیقی

ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا (۱۱۲)
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ
الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا (۱۱۳)
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ

۱؎ یعنی وہاں فیصلہ ہر انسان کے اوصاف (Merits) کی بنیاد پر ہوگا۔ جو شخص کسی ظلم یا زیادتی کا بوجھ اٹھائے ہوئے آئے گا خواہ اس نے وہ ظلم خدا کے حقوق نہ ادا کر کے کیا ہو، یا خلق خدا کے حقوق مار کے کیا ہو، یا خود اپنے نفس کے حقوق مار کر، بہرحال یہ چیز اسے کامیابی کا منہ نہ دیکھنے دے گی۔ دوسری طرف جو لوگ ایمان اور عمل صالح لئے ہوئے آئیں گے ان کے لئے وہاں نہ تو اس بات کا کوئی خوف ہوگا کہ ان پر کسی قسم کا کوئی ظلم ہوگا، اور نہ اس بات کا خطرہ ہوگا کہ ان کے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا جائے گا ان کے جائز حقوق مار دیئے جائیں گے۔ (تفہیم)

***

www.drhasanrizvi.org

مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ٘ وَ قُلْ رَّبِّ
زِدْنِیْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾
وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ لَمْ
نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ ع
وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ
اِبْلِیْسَؕ اَبٰى ﴿١١٦﴾
فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا

مالک ہے۔ اور دیکھئے قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کیجئے، جب تک کہ اُس کی وحی مکمّل نہ ہو جائے[1]۔ اور دعا کیا کیجئے کہ 'اَے پالنے والے مالک! میرے علم میں اِضافہ فرما[2]' ﴿١١٤﴾

اور اِس سے پہلے ہم نے آدمؑ سے بھی ایک عہد و پیمان لیا تھا۔ مگر وہ بھول گئے (یا) اُن سے غفلت ہو گئی۔ اور ہم نے اُن میں اِرادہ کی مضبوطی (عزم) کو نہ پایا ﴿١١٥﴾ ع

ع ١٥/٦

اور یاد کرو وہ وقت، جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ تو اُن سَب کے سَب نے سجدہ کر لیا، سِوا اِبلیس کے، کہ اُس نے (سجدہ کرنے سے) اِنکار کر دیا ﴿١١٦﴾ اِس پر ہم نے آدمؑ کو بتا دیا کہ "اَے آدمؑ! یہ تمھارا

---

[1] شاہ عبدالقادر نے لکھا "جبرئیل جب قرآن لاتے تو حضرتؐ ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ خود بھی پڑھنے لگتے کہ بھول نہ جائیں خدا نے اس سے تسلی کر دی تھی کہ اس کا یاد رکھوانا اور لوگوں تک پہنچوانا ذمہ ہمارا ہے" (موضح القرآن) مگر یہ روایت اہل بیت رسولؐ کے طریقے سے نہیں آئی۔ کیونکہ رسولؐ معصوم ہیں اور معصوم سے اس قسم کا سہو و نسیان کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا۔

تفسیر اہل بیتؑ میں اس کے دو معنی ہیں (١) اگر وحی اترنے میں دیر ہو تو جلدی نہ فرمائیں۔ (٢) جب تک خدا کی طرف سے مکمل تشریح نہ آجائے اس قرآنی حصہ کو لوگوں کے سامنے نہ پڑھیں۔ (تبیان)۔

[2] اہل اشارات نے نتیجہ نکالا کہ علم خدا کی ان نعمتوں میں سے ہے کہ جس کا حصول خدا کے فضل و کرم کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ قرآنی دعائیں ایسے ہی امور سے متعلق ہیں جو کسی کے اختیار میں نہ ہوں جیسے ہدایت یا مغفرت وغیرہ۔

www.drhasanrizvi.org

اور تمھاری بیوی کا حقیقی دُشمن ہے۔ تو کہیں ایسا
نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنّت سے نِکلوا دے
اور تم مشقّت کی مصیبت میں پڑ جاؤ[1] ﴿۱۱۷﴾ یہاں
تو تمھیں آرام (ہی آرام) ہے کہ یہاں نہ تو تم
بھوکے ننگے رہتے ہو ﴿۱۱۸﴾ اور نہ یہاں پیاس اور
دُھوپ تمھیں ستاتی ہے" ﴿۱۱۹﴾ لیکن شیطان نے
آدمؑ کو بہکا ہی دیا (یا) شیطان نے آدمؑ کے
دل میں وسوسے ڈالے اور کہا "اے آدمؑ! کیا
میں تمھیں ہمیشہ کی زندگی حاصل ہونے والا درخت
بتا دوں؟ جس سے ایسی لازوال سلطنت حاصل
ہوتی ہے جو کبھی کمزور یا پُرانی نہیں ہوتی" ﴿۱۲۰﴾ تو
اُن دونوں نے اُس درخت کا پھل کھا لیا۔
نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے چھپانے کے اعضاء اُن پر

يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾
اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾
وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾
فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى
شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ

---

[1] یعنی دنیا میں جا کر محنت مشقت کرنی پڑے گی۔ یہاں خدا کی عطاؤں کے سبب مفت ہی میں تمام نعمتیں مل رہی ہیں۔ مگر دنیا عالم اسباب ہے اس لئے وہاں محنت مشقت کے بغیر کچھ بھی نہ ملے گا۔

فقہا و محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا نے آدمؑ سے کہا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ حوا سے نہ کہا جب کہ حوا نے تو اس درخت سے کھانے میں پہل کی تھی ثابت ہوا کہ تحصیل معاش کا تعلق مرد سے ہے شاید اس لئے فقہ اسلامی میں زوجہ کی کفالت مرد کی ذمہ داری ہے (تبیان)

پھر یہ بھی فرمایا کہ: (۲) یہاں بھوک نہیں لگتی۔ (مگر دنیا میں لگے گی)۔ (۳) یہاں پیاس نہیں لگتی (مگر وہاں لگے گی "یہاں مفت میں لباس جسم پر ہے"۔ (وہاں مفت میں نہ ہو گا)۔ "یہاں دھوپ کی تکلیف اٹھانی نہیں پڑتی" (مگر وہاں سب رکتیں ختم ہو جائیں گی)۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

ظاہر ہو گئے۔ (یعنی جنّت کا لباس اُتر گیا) تو
لگے وہ دونوں اَپنے آپ کو جنّت کے پتّوں سے
ڈھانکنے[۱]۔ غرض آدمؑ نے اَپنے پالنے والے مالک
کا کہنا نہ مانا اور (صحیح طریقۂ عمل سے) بھٹک
گئے[۲] ۱۲۱ پھر اُن کے پالنے والے مالک نے اُنھیں
عزّت دے کر مقبول بنا لیا، اور اُن کی توبہ
قبول کر لی، اور اُن کو صحیح راستہ دکھا دیا ۱۲۲
اور فرمایا: "تم دونوں (اِنسان اور شیطان)
یہاں سے ایک ساتھ اُترو[۳]۔ تم سب ایک دُوسرے
کے دُشمن رہو گے۔ اَب اگر میرے پاس سے تمھیں
کوئی ہدایت پہنچے، تو جو کوئی میری ہدایت کی پَیروی
کرے گا، تو وہ نہ تو گمراہ ہو گا، نہ کوئی تکلیف
اُٹھائے گا اور نہ محروم رہے گا ۱۲۳ اور جو

عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ
فَغَوٰى ۱۲۱
ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۱۲۲
قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا
يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۱۲۳

---

[۱] فقہا اور ماہرین اخلاق نے نتیجہ نکالا کہ ستر پوشی امر طبعی اور فطرت انسانی میں داخل ہے اور جو قومیں برہنہ یا نیم برہنہ رہنا پسند کرتی ہیں ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہوتی ہے۔

***

[۲] محققین نے نتیجہ نکالا کہ غیر مقصود چیزوں کے ثمرات کی طلب سالک کے لئے مضر ہوتی ہے۔

***

[۳] اگرچہ حضرت آدمؑ کا ترک اولیٰ معاف ہو چکا تھا مگر جو طبعی اثرات اس ممنوع غذا کے مرتب ہو رہے تھے۔ وہ جنت کے ماحول کے بالکل منافی تھے۔ دوسری وجہ زمین پر بھیجنے کی یہ تھی کہ آدمؑ کو تو زمین پر بھیجنے ہی کے لئے زمین پر خدا کا خلیفہ بنانے کے لئے پیدا فرمایا تھا، آدم کی تخلیق کے وقت ہی یہ اعلان ہو گیا تھا کہ "میں زمین پر اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں" (قرآن سورہ بقرہ)

***

www.drhasanrizvi.org

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾
قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾
قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾

میری یاد اور نصیحت[۱] سے مُنہ کو موڑ لے گا، تو اُس کے لئے تنگ، سخت اور بے اطمینان زندگی[۲] ہوگی، اور قیامت کے دن تو ہم اُسے اندھا اُٹھائیں گے ﴿۱۲۴﴾ وہ کہے گا "اے میرے پالنے والے مالک! تُو نے حشر میں کیوں مجھے اندھا اُٹھایا؟ حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا" ﴿۱۲۵﴾ اِرشاد ہوگا "ہاں! جس طرح ہماری باتوں، دلیلوں اور نشانیوں کو جو تیرے پاس آئی تھیں تو نے بھلا دیا تھا، اُسی طرح آج تُو بھی بھلایا جا رہا ہے" ﴿۱۲۶﴾ اِس طرح ہم ہر حد سے گزرنے والے اور اَپنے پالنے والے مالک کی باتوں، دلیلوں اور نشانیوں کو نہ ماننے والوں کو سزا دیں گے۔ (کیونکہ) یہ حقیقت ہے

۱۔ "میری یاد اور نصیحت" سے مراد "حضرت علیؑ کی ولایت بھی ہے" (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۴ بحوالہ کافی) بقول غالب ؎

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگی بوتراب" میں

قیامت میں حضرت علیؑ کی ولایت کا منکر سے خدا کہے گا "ہماری نشانیاں یعنی ائمہ معصومینؑ آئے مگر تم نے انہیں بھلا دیا یعنی ان کی بات نہ سنی اور ان کی اطاعت نہ کی تو جس طرح تم نے ان کو بھلا کر چھوڑ دیا تھا اسی طرح آج تمہیں بھلا دیا جائے گا اور جہنم میں چھوڑ دیا جائے گا۔ (فصل الخطاب)

* * *

۲۔ دنیا میں تنگ زندگی ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اسے تنگدستی لاحق ہوگی بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں کروڑپتی ہونے کے باوجود اسے چین اور سکون نصیب نہ ہوگا۔ حرص و ہوس، ظلم و جور اور بے توکلی کے سبب وہ بے چین (Frustrated) رہے گا۔ بے کلی اور بے اطمینانی سے نجات نہ پائے گا۔ دولت کی بے انتہا فراوانی ہوگی مگر سکون نام کی چیز میسر نہ ہوگی۔ ماحول کی ہر چیز حتیٰ کہ اس کا ضمیر تک اس کی بوٹیاں نوچے گا۔ (تفہیم)

* *

www.drhasanrizvi.org

کہ آخرت کی سزا ہے بڑی ہی سخت، دیرپا اور پائیدار[1] (۱۲۷) کیا اُن کو (اِس واضح سبق سے بھی) کوئی ہدایت یا رہنمائی نہ مِلی کہ اُن سے پہلے کتنی ہی قوموں اور نسلوں کو ہم ہلاک و برباد کر چکے ہیں، جن کے رہنے کے گھروں میں یہ چلتے پھرتے ہیں؟ درحقیقت اِس میں بہت سی دلیلیں اور نشانیاں ہیں، اُن لوگوں کے لئے جو عقلِ سلیم رکھتے ہیں ع (۱۲۸)

اگر تیرے پالنے والے مالک کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر دی گئی ہوتی اور (اِمتحان کی مہلت کی ایک) مدّت مقرّر نہ ہوتی، تو اَب تک ضرور اُن کا فیصلہ چکا دیا جاتا (یا اَب تک اُن پر خدا کا عذاب) آچکا ہوتا[2] (۱۲۹) تو آپ اُن

ع ۱۴ ۱٦

وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى (۱۲۷)

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ع (۱۲۸)

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ؕ (۱۲۹)

---

[1] مطلب یہ ہے کہ حد سے گزرنے والے اور اپنے رب کی آیتوں کو نہ ماننے والوں کو ہم دنیا میں بھی سزا دیتے ہیں جو بے اطمینان، بے سکون زندگی کی شکل میں ہوتی ہے اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ سخت اور کہیں زیادہ دیرپا ہوگا

***

[2] یعنی ان لوگوں کے افکار و اعمال تو ایسے ہی ہیں کہ ان پر فوراً عذاب نازل کیا جائے کیونکہ اصل مقصد فکر و عمل کا امتحان لینا ہے اس لئے مصلحت یہی ہے کہ عذاب ایک خاص مہلت کے بعد آئے۔

محققین نے لکھا کہ اگرچہ اس امت کے اعمال پچھلی معتوب امتوں ہی جیسے ہیں مگر حضور اکرمؐ کی وجہ سے اس امت پر دنیا میں بحیثیت مجموعی عذاب نازل نہ ہوگا ان کے لئے قیامت کی میعاد مقرر کر دی گئی ہے (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

کی باتوں پر صبر کیجئے، اور اپنے پالنے والے مالک کی حمد و تعریف کے ساتھ نماز پڑھتے رہیئے، سورج کے نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے، اور رات کے کچھ اوقات میں بھی نماز پڑھا کیجئے، اور دن کے کناروں یا حصّوں میں بھی[1]۔ شاید اس طرح آپؑ خوش رہیں[2] (١٣٠) اور ہرگز نگاہ اُٹھا کر بھی اُن بہت سے لوگوں کو نہ دیکھئے جن کو ہم نے دُنیا کی زندگی کی زیب و زینت اور شان و شوکت دے رکھی ہے۔ (کیونکہ) وہ تو ہم نے اُن کا اِمتحان لینے کے لئے اُنھیں دی ہے۔ اور تیرے پالنے والے مالک کا دیا ہوا حلال رزق تو کہیں بہتر اور کہیں زیادہ باقی رہنے والا ہے (١٣١) اپنے گھر والوں کو نماز کی تلقین کیجئے اور خود بھی صبر و برداشت کے ساتھ اس کی پابندی کیجئے۔ ہم آپ سے

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٣١﴾

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔلُكَ

---

[1] آیت کے الفاظ "سورج کے نکلنے سے پہلے" صبح کی نماز مراد ہے اور سورج کے ڈوبنے سے پہلے کی نماز سے مراد ظہر و عصر کی نماز ہے۔ رات کے کچھ حصوں کی نماز سے مراد نماز مغرب و عشاء ہے (بیضاوی) یہ ترتیب اور تقسیم فقہ جعفریہ سے مطابقت رکھتی ہے جو تین اوقات میں پانچوں نمازوں کو ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں (ملخص از فصل الخطاب)

***

[2] اس کے تین مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نماز پڑھ کر خدا کے تعلق کا احساس تازہ کریں گے اور جان لیں گے کہ ہمارا مددگار اور سرپرست خدا ہے۔ نتیجتاً اس بیداری سے حقیقی مسرت حاصل ہو گی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز کے ذریعے خدا کی تائید اور ہدایات شامل حال ہو جائیں گی پھر حقیقی کامیابی دیکھ کر خوشی حاصل ہو گی۔ تیسرا مطلب قرآن کی ان دو آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ "توقع ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود (مقام شفاعت) تک پہنچا دے" (سورہ بنی اسرائیل)۔ نیز فرمایا۔ "عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا کچھ دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے" (سورہ ضحیٰ)۔

***

www.drhasanrizvi.org

رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾
وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ
بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾
وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا
لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ
اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾
قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ
ع ۸/۱۷ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

روزی نہیں مانگتے (بلکہ) ہم ہی آپ کو روزی دے رہے ہیں۔
اور اچھا انجام 'تقویٰ' کے ساتھ وابستہ ہے ﴿۱۳۲﴾ پھر وہ لوگ کہتے
ہیں کہ آخر ہمارے پاس اپنے پالنے والے مالک کی طرف سے
کوئی ثبوت کیوں نہیں لاتے؟ تو کیا آیا نہیں اُن کے پاس
کھلا ہوا ثبوت' اُس کا جو گزشتہ کتابوں میں ہے؟[1] ﴿۱۳۳﴾ اگر ہم
اُنھیں اِس (قرآن کے نازل ہونے) سے پہلے ہی کسی عذاب
سے ہلاک کر ڈالتے تو وہ کہتے کہ "اے ہمارے پالنے والے مالک!
آخر تو نے ہمارے پاس اپنا کوئی پیغامبر کیوں نہ بھیج دیا
کہ اِس طرح ذلیل و خوار ہونے سے پہلے ہی ہم تیری باتوں
آیتوں اور ہدایتوں کی پیروی کر لیتے؟" ﴿۱۳۴﴾ آپؐ اِن
سے فرمادیں کہ "ہر ایک اپنے (انجام کے) انتظار میں ہے' لہٰذا تم
بھی اِنتظار کرو۔ عنقریب تمھیں معلوم ہوجائے گا کہ کون سیدھے اور
ع ۸/۱۷ صیحح راہ والے ہیں اور کون وہ ہیں جنھوں نے سیدھا راستہ پالیا ہے"[2] ﴿۱۳۵﴾

---

[1] خود قرآن کیا کوئی کم حق کی نشانی تھی مگر یہ ان کی انتہائی دھاندلی تھی کہ بطور تمسخر نئے نئے معجزات کے مطالبے کرتے رہتے تھے خدا نے جواب دیا کہ یہ ان انبیاء پر کب ایمان لائے تھے جو ان جیسوں کی فرمائشوں پر معجزات لاکر دکھاتے تھے
(فصل الخطاب)

***

[2] ہم تو منتظر ہیں کہ خدا کا وعدہ کہ اسلام تمام ادیان پر غالب ہو گا ضرور پورا ہو گا۔ اور تم اس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ہماری اصل نسل ہی قطع ہو جائے اور تمہیں دنیا میں پھلنے پھولنے کا موقع مل جائے۔ اب دیکھنا کہ کس کی توقعات پوری ہوتی ہیں؟

یہ آیت امام مہدیؑ کے انتظار کرنے کی طرف واضح اشارہ کر رہی ہے۔ جو ان کا انتظار نہیں کرتا وہ گویا کفار و مشرکین کی توقعات کے پورا ہونے کا قائل ہے جو قرآن کے صریح طور پر خلاف ہے
(فصل الخطاب)

***

محمد اقبال حسنی حنفیہ
ڈپٹی ایڈمنسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے اس Holy Quran کے پارہ نمبر سولہ کو حرفاً حرفاً
بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی بیشی
نہیں ہے اور زیر، زبر، پیش، جزم، وغیرہ درست ہیں۔
دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، مد وغیرہ ٹوٹ جائے
تو اسکی کوئی ذمہ داری ہمارے ذمے نہیں ہے۔

حافظ نور محمد فضل الٰہی شاہ نقشبندی
منظور شدہ پروف ریڈر

www.drhasanrizvi.org

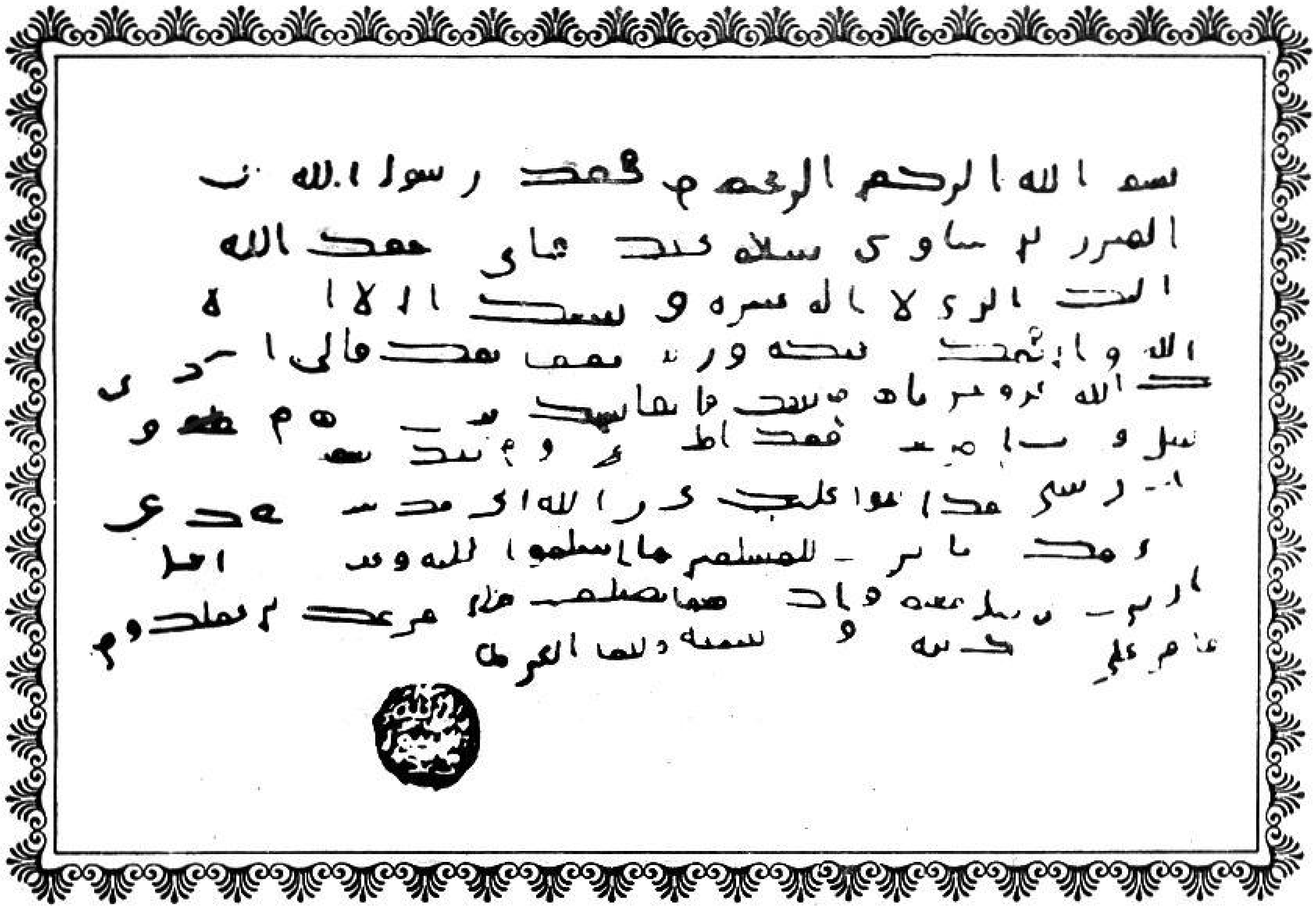

منذر بن ساوی گورنر بحرین کے نام حضور نبی اکرمؐ کا خط

نزولِ قرآن کا مقصد اور عبادت کی حقیقت

○...... ''اور ہم نے قُرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

(القرآن: سورہ قمر: ۵۴۔۱۷)

○...... ''یہ (قرآن) بڑی برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اُتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں''

(القرآن: سورہ ص: ۳۸۔۲۹)

○...... ''تلاوت بغیر تدبّر، غور و فکر کے نہیں ہوتی''

(الحدیث)

○...... ''عبادت یہ نہیں کہ تم کثرت سے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھے جاؤ اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاؤ۔ بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کے کاموں اور آیتوں پر غور و فکر کیا جائے۔''

(الحدیث)

○...... ''ایک گھنٹہ غور و فکر کرنا ستر (۷۰) سال عبادت کرنے سے بہتر ہے''

(الحدیث)

میزان فاؤنڈیشن

اِسلامک ریسرچ سینٹر

عائشہ منزل چوک، فیڈرل بی ایریا نمبر ۶ شاہراہِ پاکستان، کراچی

0345-2443358

0315-8200311, 0321-8475550, 0300-4496512

Email: mz.foundation@hotmail.com

کتبہ: سیّد جعفر صادق

Printed by System Graphics Karachi

ایڈیشن: 2012-13